حیرت انگیز شہر

بہتر ہوتا کہ اس کا نام حیرت انگیز ناول ہوتا کیونکہ اسکے واقعات درحقیقت عجیب و غریب ہیں ایک نظر ڈال کر دیکھئے کہ اس مین کیا ہے زبان اردوے معلی کا بہترین نمونہ ہے اصلاح معیشت اور اصلاح معاشرت مین اس کتاب سے قابل قدر مدد ملیگی لکھائی چھپائی نفیس ہے قیمت ۸ر

سراب فیشن

فیشن پرستی کے نتائج ایک نوجوان کی تباہی اغیار کے طرز معاشرت کی تقلید اور اس کا خمیازہ موجودہ تعلیم و تجارت کا مقابلہ اکل حلال کی فضیلت قصہ مختصر یہ کہ اس میں بہت سے قیمتی مشورے درج ہین قیمت ۸ر

مجموعہ کلام مظہری

جناب مولوی شفیع احمد صاحب مظہری ایم اے علیگ کی تین اخلاقی تمدنی اور سیاسی نظموں کا بہترین اور مفید ترین مجموعہ ہے۔ اور ہر ایک نظم ایک نئے عنوان سے الگ الگ لکھی ہے خوشنما ٹائٹل قیمت مجموعہ ۔۶ر

وداع اسلام

جناب مولانا ندیم الحسن صاحب موہانی نے موجودہ زمانہ میں قومی بے حسی کا فوٹو عبرت انگیز پیرایہ اور جوشیلے الفاظ مین کھینچا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے قیمت ۲ر

انشائے نسواں

لڑکیوں اور عورتوں کو خطوط نویسی سکھانے کے لئے بہترین [illegible] کے خطوط معہ جواب ۱۲ درج ہین انکے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم کو بھی مد نظر رکھا ہے ۶ر

صدیق بکڈپو لکھنؤ

۲۸۶

میاں بھوت

نئی روشنی کے بنے بھوت ہیں
گھر دیکھنے میں میاں بھوت ہیں
بالکل
اچھوتا۔ البیلا۔ اخلاقی۔ ظریفانہ
(ناول)

مصنفہ
ماسٹر باسط۔ بسوانی
بسواں ضلع سیتاپور
(اودھ)

جسے
حسب اجازت مصنف موصوف
منیجر صدیق بک ڈپو لکھنؤ
نے شائع کیا
مطبوعہ ہمدم برقی پریس لکھنؤ
باہتمام سید علی [illegible] ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء

قیمت ۸/
جلد

۷۸۶

میان پوت

پہلا باب

میان پوت کا خاکہ

بڑے پاک طینت بڑے پاک باطن
ریاض آپ کو کچھ ہمین جانتے ہین

قادر مطلق کی قدرت کا کیا کہنا۔ صانع حقیقی کی صنعت کے صدقے۔ جس نے چشم زدن مین ہزارون عالم بنا دیئے۔ جن و انسان۔ حور و غلمان۔ جمادات۔ نباتات کوہ و جبل۔ دشت و دریا۔ زمین و آسمان کیا کیا کہا جائے۔ پھر خوبی یہ کہ ایک ہی جنس کی سیکڑون چیزین موجود۔ مگر کیا مجال جو ایک دوسرے سے صورت و شکل رنگ و بو مین کچھ نہ کچھ علیحدہ نہون۔ ایک ہی قسم کے پھول اُٹھا لیجئے۔ مگر آپ کو ان مین امتیاز اور فرق کرنے مین دقت نہ ہوگی۔ کسی کا رنگ چوکھا۔ کسی کا ہلکا۔ کسی مین بو زیادہ کسی مین کم۔ کوئی بڑا کوئی چھوٹا۔ غرضکہ ایک جنس ہونے پر بھی امتیاز کی سیکڑون باتین موجود۔ ہزارون صورتین پیدا۔ قدرت کاملہ کی یہی دلیل ہے۔ خیر تمام عالمون کو الگ کیجئے۔ حضرت انسان کو ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کے ہمجنس لاکھون کیا کرورون کی

تعداد مین موجود۔ حد شمار سے باہر کہیئے۔ تعین تعداد غیر ممکن۔ مردم شماری غریب ایک تعداد ضرور پیش کر سکتی ہے۔ مگر وہ بھی ایک حد تک کچھ نہ کچھ مجبور کیونکہ نہ معلوم کتنے بندگان خدا آبادی سے دور۔ قصبون اور شہرون سے باہر پہاڑون کے دامن مین اپنی زندگی کے دن گذار رہے ہین ہان تو آپ اپنے کو دیکھئے اور ایک اور انسان کو لیجیئے اور ملاحظہ فرمایئے کہ آپ مین اور اُس مین کتنا فرق ہے اس مین شک نہین کہ جتنے اعضا اللہ تعالے نے آپ کو عطا کیئے ہین اُس کو بھی وہی بخشے ہین مگر کیا مجال جو آپ کا کوئی عضو اُسکے عضو سے متشابہ ہو جائے ایک ہونے پر بھی بین فرق موجود۔ (بشہ اندھے۔ کانے لنگڑے۔ لولے۔ بہرے۔ لورے کو مستثنے کیجیئے) کسی غیر کو الگ کیجیے۔ آپ اپنے کو دیکھئے اور اپنے توت بارو۔ اور اپنے بھائی کو ملاحظہ فرمایئے۔ کیا آپ مین اور اُس مین کوئی فرق ہے۔ ضرور بالضرور اور فرق بھی کیسا زمین آسمان کا۔ کیا آپ وہ وہ آپ ہو سکتے ہین۔ ہرگز نہین۔ اس مین شک نہین کہ آپ ایک ہی مان کے بطن سے ہین۔ آپ کے اور آپ کے بھائی کی رگون مین ایک ہی شریف باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا کیا کہنا کہ ان سب باتون کے ہونے پر بھی آپ شکل و شمائل۔ خو بو۔ مزاج و عادت مین جدا جدا ہین اس لیئے لازمی ہے کہ میاں پوت بھی اپنی صورت و شکل۔ وضع و قطع مین ایک عالم سے جدا ہون۔ اور جب یہ امر مسلمہ ہے تو ہم کو بھی واجب ہے کہ اُن کا کچھ نہ کچھ خاکہ پیش کر دین۔ تاکہ ناظرین لفظون ہی کے ذریعہ سے انکی امتیازی صورت کا دیدار کر لین۔

ہان تو مولانا سعید عرف میاں پوت بھی انسانون کی طرح انسان تھے۔ آدمیون کی طرح آدمی۔ اشرف المخلوقات کہلائے جانے کا فخر اُن کو بھی حاصل تھا۔ اس سے انکار کرنا کہ وہ حضرت آدم کی اولاد سے نہ تھے سراسر کفر ہے اور اُن غریب کی ذات پر بہتان۔ ہان ہان ظلم۔ کیونکہ قدرت نے مسئلہ ارتقا کے ثبوت کے لیئے ان کو ایک نمونہ کامل کی صورت مین ڈھال دیا تھا۔ برزخ شریف نور علی نور۔ اگر اُن کا حلیہ کسی کو قلمبند کرنا ہے تو مین بتانے مین کیون بخل کرون۔ سنیئے پستہ قد دوہرے بدن کے آدمی۔ رنگ سانولا۔ سر اوسط درجہ کا گول۔ جس کو وہ دم تقریر بڑی شان سے جھٹکا دیا کرتے تھے۔ بال سیاہ۔ موٹے گھنے۔ عرصۂ دراز تک

کھوپڑی ایسی صاف گھٹائی کہ سیاسی کے مدڑے کو الٹیمیٹم دینے میں باک نہ تھا۔ پھر صرف سر کے بیچ بیچ چاند پر لائن کلیر ہونے لگا۔ بعد چندے خط الکس کا قائم مقام ہوا۔ غرضکہ ان کی حجامت کی بابت ہوتا نقطۂ نظر سے صحیح صحیح حال جو ہم تک پہونچا ہے یہی ہے اس کے علاوہ اپنی جانے [illegible] یا جمان۔ انگریزی بالون سے اسی قدر نفرت تھا جتنا انھیں انگریزی پڑھنے کا شوق۔ [illegible] مگر اس قدر نہیں بنانا چاہتے تھے کہ ایک گھٹا گیا سر کا دماغ جیسی نازک چیز پر بار گران کی صورت اختیار کر لے۔ چہرہ۔ پیشانی نہ بہت تنگ نہ بہت چوڑی مگر شکن [illegible] نہیں کہ [illegible] پیشانی میں کوئی شک نہیں۔ بھوؤن کو محراب کعبہ ہی کہنا ہوگا۔ [illegible] پیچ [illegible] تو دو ایک کی خیر نہیں ان کے سایۂ عاطفت میں ایک جوڑا آنکھیں۔ ان کی تعریف فضول کیونکہ آگے چل کر معلوم ہو جائیگا انھوں نے کیا کیا کام انجام دیے مگر اتنا سن رکھیے کہ دزدیدہ نظری بلا کی دقیقہ رس تھی۔ کان ہر وقت خرگوش کی طرح کھڑے۔ کوتاہ گردن۔ چہرہ گول۔ گال بھرے بھرے۔ مگر بالکل گلگلے نہیں۔ تھوڑی [illegible] دو آنکھوں کے درمیان ایک مینی مینار [illegible] کی طرح چہرہ کو دو تین کیے ہوئے بعض اوقات دھونوں کے لیے [illegible] پہلیاں کا بھی کام دیتے جاتی۔ منھ چوڑا۔ لب موٹے۔ [illegible] کا خون کرتے تھے۔ سینہ چوڑا۔ کچھ ابھرا ہوا۔ مسکرانا عجیب انداز کا تھا۔ خندۂ دندان نما کا اتفاق بہت کم ہوتا۔ گفتار میں ایک قسم کی شیرینی اندر لجاجت۔ ہاتھ پاؤں [illegible] مانسون جیسے۔ رفتار شاہانہ۔ ایک حد تک خوش مزاج اور ظرافت پسند بھی تھے مگر کم گو۔ خاموش آدمی تھے۔ دل کا بھید نہ دیتے تھے۔ دیکھنے میں سیدھے مگر موقعہ پر چوٹ سے نہ چوکنے والے۔ باتوں میں بیوقوفی کا عنصر غالب اور اسی وجہ سے ان کو بالاتفاق "سیانے پوت" کا خطاب دیا گیا۔ فیشن کچھ نرالا نہ تھا۔ سر پر سفید دوپلی ٹوپی اگر چوگوشیہ عمامہ ہی رہتی تھی۔ کرتا آستین پر اپنی وضع کی اچکن یا انگرکھا زیب بدن۔ شرعی پاجامہ ٹانگوں میں ایک جوڑا دیسی جوتا دونوں پاؤں میں جب اس وضع سے آپ چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گھاگھرا اندی میں کوئی بڑا ڈونگا جا رہا ہے۔ ہمہ گیر طبیعت پائی تھی۔ علم طب سے بھی یک گونہ دلچسپی تھی۔ تحاس کی چند سڑی گلی کتابیں آپ کے کتب خانہ کی زینت تھیں۔ ایک نیم حکیم خطرہ جان کی

شاگردی کا بھی شرف حاصل کیا تھا جن کو یونانی طب سے بے حد دلچسپی تھی۔ نہیں ازلی مناسبت تھی اور یوں ظاہر ہے کہ اُتنے ہی دشمن تھے جتنے مریضوں کی جان کے اور اس خاص خدمت کی وجہ سے حکیم جی مشہور تھے۔ حکمت کے لحاظ سے ہم کو علم نہیں کہ ان کو کتنا علم تھا مگر اتنا ضرور دیکھا کہ علاج الغربا کی جلد اکثر زیر مطالعہ رہتی اور کیا عجب کہ یہی ان کا مبلغ علم ہو گو کہ سنا ہے کہ کئی اُستادان* ہے کے آگے بھی زانوئے ادب تہ کر چکے تھے جس کو ہاتھ لگا دیتے اس کی موت کے ذمہ دار ہو جاتے۔ مٹی ٹھکانے لگا دینا اور زندگی کی کشمکش سے دم کی دم میں نجات دلا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل۔ نہ معلوم کتنے قبرستان بسائے اور نئے گورستان کی بنیادیں ڈالیں۔ اللہ ان کو اجر خیر دے۔ مختصر محقق حکیم نہ تھے موت کا بہانہ تھے۔ مولانا نے اُن جالینوس وقت کی تشخیص کے مطابق نہ معلوم کتنی معجونیں اور ضماد تیار کیے۔ چہرے کے مہاسوں کے لیے بڑے بڑے شہروں دہلی۔ لاہور کے دواخانوں سے دوا منگوائی مگر اُن کمبختوں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ آئینہ دیکھ دیکھ کر اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے پیٹتے تھے۔ آخر کو ایک اور اشتہاری دوا فروش کو آرڈر سے سرفراز کیا۔ شیشیاں آئیں مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

ہدایات کے ساتھ جو خط آیا تھا اُس میں بال بچوں کو پیار بھی لکھا تھا جس پر مولانا کا خوب مضحکہ اڑایا گیا کہ یہ اشتہاری دوا فروش ہیں کہ تمہارے قابل احترام بزرگ ہاں اُن غریب کو کیا خبر کہ تم خود ابھی بچے ہو۔ عملیات میں بھی آپ کو خبط اور یہ دخل تھا۔ جھاڑ پھونک بھی چھپے چھپے کرتے تھے۔ غرضکہ ایک حد تک عامل بھی تھے ان صفات حسنہ سے ہمارے مولانا موصوف تھے مگر اُن کی بیجا اور معنی آفریں خاموشی سے لوگ کھٹکا کرتے تھے ہاں اُن کو شروع میں ایسا موقع نہ ملا تھا کہ اپنے جوہر دکھاتے۔ پر پُرزے جھاڑتے والدین کے دباؤ سے مجبور رہے۔

۲

دوسرا باب

اسکول لائف

رلا جاتے ہیں اکثر یاد آ کر ایام طفلی کے
پھرا کرتے ہیں آنکھوں میں سماں ایام طفلی کے

بچپن - او پیارے بچپن - تیرا زمانہ - اُف وہ میری شاہی اب کہاں - ہاں ہاں میں در اصل بے تاج و تخت کا بادشاہ تھا - اپنے دل کا بادشاہ تھا - گھر سے باہر تک میری حکمرانی - ماں باپ کی ناز برداری - غیروں کی دلجوئی - عیش و عشرت کے سامان - اُف وہ بے فکری - وہ عالم مدہوشی اب کہاں - کاش تو پلٹ آتا کاش تو پھر آجاتا - میں اپنی موجودہ زندگی کے اس دور کو تجھ سے تبدیل کرنے کو تیار ہوں - میں اپنا تمام ساز و سامان تجھ پر قربان کرنے کو مستعد - افسوس یہ میرے بس کی بات نہیں سچ ہے تو ہاتھ سے نکل گیا - اب میرے قبضہ کا نہیں - ع

"گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں"

ہاں تو کس مزے کی چیز تھی کہ تیری یاد بھی لطف دے جاتی ہے - تو نے میرے ساتھ دغا کیوں کی - تو مجھے یوں چھوڑ کر کیوں چل دیا - یہ بیوفائی - یہ کج ادائی - سارے لطف کے دن میرے ساتھ رہنے کا کچھ خیال نہ آیا - تو نے کیا میرے ساتھ طوطا چشمی کی نہیں - نہیں - سب کے ساتھ اور ابھی جنکی رفاقت کا دم بھر رہا ہے - اُن کے ساتھ بھی یہی کرے گا - انکا بھی یہی حال ہونا یہی حشر ہوگا - اچھا اچھا میں سمجھا - دنیا کا دستور ہی یہی ہے - قانون قدرت کا تقاضا یہی ہے انسان اگر پیدا ہوا ہے اور عالم طفلی کا لطف اُٹھا چکا ہے تو لامحالہ شباب کے حدود میں قدم رکھے گا - غم و فکر میں مبتلا ہوگا - خوب کہا ہے ؎

اسیر پنجۂ عہد شباب کرکے مجھے
کہاں گیا مرا بچپن خراب کرکے مجھے — مضطر

ہاں اس عہد کو بھی قیام نہیں - یہ بھی چند روزہ ہے - آخر عالم پیری سے سابقہ ہوگا جو تجھکو ایک نہ ایک دن گوشۂ قبر میں لیجا کر سُلا دیگا - جواہ توانائی لب گور تک ساتھ دے خواہ گھسٹ گھسٹ کر ہو پیچھے تو کیا جائیگا تجھکو لوگ پہونچا دینگے اور گویا اپنے فرض سے سبکدوش ہوجا دینگے - پھر تو جان اور تیرے اعمال - مگر ان تمام زمانوں سے بہتر سب کا سرتاج یہی بچپن بیفکری کا زمانہ ہے اور اسکے بعد طالب علمی کا زمانہ کہیئے کیونکہ ایک حد تک افکار روح فرسا اس وقت دامنگیر نہیں ہوتے - جہاں انسان تعلیم سے فارغ ہوا کہ دنیا کے بکھیڑوں میں پڑا - اور یہی دنیا کے بکھیڑے انسان کی زندگی کو بے لطف کر دیتے ہیں - ہائے ایک طالب علم اسکول چھوڑنے پر اپنے ہم مکتبوں کو کس حسرت

سے یاد کرتا ہے اس زمانے کی یاد خون کے آنسو رلاتی ہے۔ ہر دن خلوت مین غور کرتا ہے اور سر دُھنتا ہے ہان تو ٹھیک پندرہ برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ جس اسکول مین ہم پڑھ رہے تھے مولانا سعید ہماری خوش قسمتی سے کلاس فیلو کی صورت مین نمودار ہوے۔ یا طرفین کا درجہ تھا۔ دلبستگی کا سامان ہاتھ آیا۔ مولانا کی ذہانت اور محنت مین تو کوئی شک نہین مگر اُسی کے ساتھ وہ بیوقوفی کا عنصر جو اُن کی باتون مین بعض اوقات نمایان طور سے ہوتا تھا مزہ دے جاتا تھا۔ ان کے والدین بہت ہی مفلوک الحال تھے۔ باپ غریب پانچ چھ روپیہ مشاہرہ پر نوکر تھا گھر مین کوئی ایسا اثاثہ نہ تھا۔ والدہ بہت ہی نیک شریف زادی تھین۔ والدین کے علاوہ گھر مین کوئی اور نہ تھا۔ اُن دونون کا آسرا جو کچھ تھے سو یہی تھے گھر کا چراغ باہر کی لالٹین صرف انھین کو کہنا چاہیئے۔ باپ غریب اُن کو دیکھکر خوش ہو جاتا۔ مان بیچاری ان کو دیکھکر جیتی تھی۔ ؎

دل سے اُس مان کے کوئی آس کی خوشیان پوچھے
منتین مان کے بچے کو ہو پالا جس نے

جہان تک ہوتا انکو اچھے سے اچھا کھلاتے۔ زہر مار کراتے۔ اچھے سے اچھا پہناتے اپنی جان پر مصیبت اُٹھاتے مگر ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے۔ غریب والدین کو اتنی استطاعت کہان تھی کہ ان کو انگریزی تعلیم دلاتے مگر خداوند کریم بانی اسکول کو ابدالآباد سلامت رکھے کہ والدین کی تنگدستی اور اُن کی ذہانت کا لحاظ کر کے وظیفہ مقرر کر دیا کتابین بھی اسکول سے ملتی تھین۔ اس پریشانی سے عمر والدین نے اُن کی تعلیم جاری رکھی۔ خود جس طرح بسر کرتے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے ہان کبھی مدرسہ مولانا پڑھنے کے اتنے مشتاق ہونے پر بھی دو ایک شریر اور خواہ مخواہ اسکول آنے والے طالبعلمون کی ترغیب سے مدرسے سے ایسے بھاگے جیسے لاحول سے شیطان ایسے غائب ہوے جیسے گدھے کے سر سے سینگ گنجے کے سر سے بال پتلون سے میانی۔ بڈھے سے جوانی۔ مگر باپ نے پیچھا کیا سراغ لگایا قرب وجوار کے گاؤن مین گھوم کر ڈھونڈھ نکالا۔ اور اسکول مین باوجود ہیڈ ماسٹر اور تمام مدرسین کی "ہائین ہائین" کے وہ مار دی کہ مولانا نے چھٹی کا دودھ اُگل دیا۔ اور

تو بھی اس وقت کی حالت دیکھ کر کسی شخص کو یہ گمان نہ ہوسکتا تھا کہ آگے چلکر ان سے کسی قسم کی
ایسی بات ظہور میں آئے گی جو کہ اعزا اور احباب کو آئینۂ حیرت بنا دے گی ہم اور وہ
برابر سال بھر پڑھتے رہے قسمت سے ہیڈ ماسٹر صاحب بھی ایسے لائق اور مہربان ملے
تھے کہ انکا احسان ہماری گردنوں پر ہمیشہ رہیگا۔ زندگی کے دن عجیب مسرت اور بےفکری
سے گذر رہے تھے مولانا کھیل میں بھی کافی حصہ لیتے تھے۔ کرکٹ اور فٹ بال فیلڈ پر اگر
اُن کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو کچھ نہ تھا اور یہ سب کا گذاری یاروں کی تھی ورنہ کہاں
مولانا کہاں کھیل۔ انکے کھیل کا کیا کہنا۔ گھوڑ دوڑ کا مزا آ جاتا تھا۔ اگر ایک ذرا کی چوری کا ہوتا تو
چھٹیاں بڑھا تیں اور بولیاں بولی جاتیں۔ غرضکہ مولانا کھلاڑیوں کا کھیل تھے۔ اس سال
ٹور Toure پر بھی جانا ہوا۔ دوسرے قصبے کے ہائی اسکول سے کرکٹ اور فٹ بال دونوں
میں میچ رہے ہوتے۔ تیری ٹرک تھی بیل گاڑیوں پر لدکر کل ٹیم پہونچی پنڈت جی بنگلہ باسی
اور ایک اور ماسٹر انچارج تھے۔ حریفوں نے بڑی ہانکیں اچھالیں ایک روز تو
بیکار پڑے رہے۔ دوسرے روز اُن کی خواہش اور اصرار کی وجہ سے اول کرکٹ کھیلنا پڑا
جس میں یہ تو یوں ہی کہ ہم ہارے۔ اسباب شکست بتانا ایسی حرکت کرنا سمجھا جائیگا
مگر اتنا ماننے میں شاید ناظرین کو بھی کلام ہو کہ ہم بغیر اسباب نہ ہارے کیونکہ ہر کام کیلئے
یہ لازمی ہیں۔ دوسرے روز فٹ بال ہوا۔ ایک گھنٹہ کھیل ہوا۔ کوئی فریق کوئی نتیجہ مرتب نہ
کرسکا۔ باوجود اصرار زائد وقت نہ دیا گیا۔ تیسرے روز ہم نگ واپس آئے۔ مولانا وہاں بھی
سب میں نمایاں رہے۔ وہ کیوں۔ وہ یوں کہ ہاف بیک (Half Back) کی جگہ
داہنی طرف فٹ بال ہیں کھیلتے رہے میں سنٹر ہاف کی جگہ پر تھا۔ ایک مرتبہ مخالف
سائڈ کا ایک کھلاڑی گیند لے کر بڑھا جب مجھ تک آیا۔ میں نے گیند چھین کر
داہنی طرف بڑھایا کہ مولانا لیکر فارورڈ (Forward) کو دیدینگے۔ مگر
اُن میں اتنی پھرتی کہاں۔ ایک عجیب بےخبری کے عالم میں گیند کو سنبھال ہی
رہے تھے۔ یا یہ سمجھئے کہ آس لگا رکھے رہے تھے کہ وہی لڑکا جس سے میں نے گیند
چھینا تھا اُن کے پاس پہونچ گیا۔ اور پیچھے سے اس زور سے اُنکو ٹھوکر دھکا
دیا کہ مولانا بلامبالغہ زمین پر سیدھے ہوگئے چھپکلی کی طرح گرے۔ اور بڑی دیر تک اُٹھنے
بھی نہ پائے۔ آخر مسٹر ظفر الحق عرف ماسٹر لیلا جو کہ اسکول کے

اولڈ بوائے (old boy) ہونے کی وجہ سے ساتھ گئے تھے اور باؤنڈری لائن پر کھڑے تھے۔ آگے بڑھے اور اُن کو اُٹھایا۔ اُٹھتے ہی فرمایا کہ بھائی ہماری تو پسلی ٹوٹ گئی۔ مسٹر خدا بخش نے دیکھا اور کہا کہ چوٹ آگئی ہوگی، پسلی وسلی نہیں ٹوٹی۔ دس منٹ کا اور معاملہ ہے چوکنے کھڑے رہو جب کہ تو، حالی ہوگی۔ اس بندۂ خدا نے ایک نہ مانی۔ اسی حالت میں میرے پاس آیا اور وہی پسلی ٹوٹ جانے کی داستان سنائی۔ میں نے دیکھا، کہا پسلی نہیں ٹوٹی اطمینان رکھو۔ تھوڑی دیر اور کھیلتے رہو۔ بڑی مشکل سے راضی ہوئے۔ کھیل کے بعد یہ داستان تمام میں مشہور ہوگئی اور سچ تو یوں ہے کہ اُنھوں نے خود ہی منھ بنا بنا کر اور کہہ کہہ کر مشہور کی۔ اسکا چرچا آپس میں یوں تو عرصہ تک رہا۔ جس وقت مولانا سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ پسلی تو نہیں ٹوٹی تو بہت چڑھتے تھے۔

یہ تو سب منازل طے ہوئے مگر غضب یہ ہوا کہ یونیورسٹی امتحان کے تین ماہ قبل قصبہ میں کمبخت طاعون شروع ہوا۔ اب لوگوں کو بیرنگ ہوتے دیکھئے۔ ایک ہنگامہ بپا تھا۔ گلٹی جہاں ٹکٹ کی صورت چسپاں ہوئی کہ ملک الموت نے بیڈ پارسل سمجھ کر بلا پس و پیش ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ بڈھے جوان، امیر و غریب، شریف و رذیل، ہندو و مسلمان اپرا غیرا نتھو خیرا سب ہی تو مرے۔ بیچ میل چالان تھا۔ یہ تو اشرف المخلوقات کا ذکر تھا۔ اور سنیے چوپایہ تو ا۔ الی بلی، بندر، کتا تو اچیل۔ گلہری کوئی نہ بچا اس ہلڑ میں کون ٹھہرتا۔ تمام طلبا بھاگ گئے۔ جن کو مرنا تھا وہ رہ گئے۔ ہاں یہ بھی خیال رہے کہ جنھیں آگئی تھی بھاگے پھر بھی۔ یہ کہ اسکول کے دروازے خراب ہوا کے داخلے کے ڈر سے بند کر دیئے گئے۔ پھاٹک میں قفل گھنٹی کی صورت اٹکا دیا گیا۔ جس کی جدھر سُدھ لگی بوریا بدھنا سنبھال لمبی تانی۔

ہم اور مولانا اس وقت تک "قطب رعامی حمید" رہے۔ ساتھ ساتھ گھر پر پڑھتے شام کو ساتھ ہی ساتھ تفریح کو جاتے۔ تواریخ کے سوال ہوا کرتے مغرب کی نماز بھی وہیں شہر کے باہر دریا کے خوش منظر کنارے پر ادا ہوتی۔ بعد چندے مجھے بھی نقل مقام کی خاطر شاہ پور جانا پڑا۔

تیسرا باب

شکستِ امتحان

بہ سفر رفتن مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

سفر کی خوبیوں سے انکار کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ ہان اگر آپ یہ ثابت کر دین کہ آفتاب مین حرارت نہین ہی تو ہم بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار ہین کہ سفر مین کوئی فائدہ نہین اور دیکھئے کیسے سچّے الفاظ مین السّفر وسیلۃ الظفر سفر تحیالی کا وسیلہ ہے دلیعہ ہے۔ کامیابی اُس کے قدمون سے لگی ہے۔ اس کی بدولت بڑی بڑی مہمین بڑے بڑے کام انجام کو پہونچتے ہین۔ ایک انسان جس کی عقل پر پردے پڑے ہون۔ اس کو سفر کے دو ایک موقعہ دیکھئے اور پھر دیکھئے کہ اس کی عقل کیسی روشن ہو جاتی ہے۔ اس کی سوجھ بوجھ بڑے بڑون سے اچھی ہو جائیگی تجربہ اس کو کچھ کا کچھ کر دے گا۔ تمام کاروباری زندگی مین بغیر سفر کچھ نہین ہو سکتا۔ تجارت جیسے معزز اور مفید پیشہ کی تو بنیاد اسی پر قائم ہے۔ اگر آپ یہ فرمائین سفر بہت سفر بڑی پریشانیون کی چیز ہے۔ اس مین بڑی بڑی مصیبتون کا سامنا ہوتا ہے تو آپ خود ہی انصاف فرمائیے کہ رسانی نو غم مصیبت و راحت توام تو ہوتی ہین بغیر تکلیف راحت کہان حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ پریشانی جو ایک مسافر کو اٹھانا پڑتی ہے۔ ان فوائد کے مقابلہ مین جو اسے اسی سفر سے حاصل ہوتے ہین۔ ہیچ ہی اب رہا یہ کہ ہر انسان کا کام نہین کہ سفر کے مصائب جھیلے۔ ہمت درکار ہے۔ بھوڑے جی کا آدمی تو اول ہی منزل بول جاتا ہے۔ مگر ہمت اور استقلال رکھنے والے منزل مقصود تک کامیابی کے ساتھ ضرور پہونچ جاتے ہین اور دوسرون کے لیئے ایک زندہ مثال پیدا کرتے ہین۔ عربون نے اسی سفر کی بدولت اپنی فتوحات کی وسعت تمام ممالک مین چشم زدن مین پہونچا دی۔ اسپین پر صدیون اسلامی پھریرا لہراتا رہا۔ کولمبس نے اسی سفر کی بدولت نئی دنیا دریافت کرلی۔
واسکوڈی گاما پرتگال سے افریقہ کا طواف کرکے ہندوستان پہونچے۔ سکندر نے

تمام زمین کی پیمائش کر ڈالی۔ کہاں تک گنایا جائے۔ جہاں ایک مرتبہ انسان وطن سے باہر گیا دشت غربت کی خاک چھانی تمام مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ جن صاحب کے خیال سے پہلے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ ان کو اب وہ معمولی باتیں سمجھتا ہے۔

ہاں اول اول سفر پر جانا بڑا مشکل ہے۔ چلتے وقت انسان ماں باپ عزیز و اقارب سے لپٹ کر روئے تو کچھ تعجب نہیں۔ غربت میں بھی جب تب یہی خیال سوہان روح رہے تو کوئی غیر ممکن بات نہیں۔ پھر اگر کوئی رفیق طریق بھی۔ ہو تو ستم پر ستم ہے کیونکہ ہمراہی کی دلدہی سے ڈھارس بندھی رہتی ہے ورنہ گھر اگر دم نکل جائے عزیز و اقارب اگر آتے ایام ضامن باندھیں کہ سفر پر جانے والے غریب کا شانہ اتر جائے تو محبت کا تقاضا کہئے۔ اعتراض کی کوئی جگہ نہیں۔

اب بیچارے ہمارے جانے کے بعد مولانا غریب اکیلے رہ گئے ابھی امتحان کے زیادہ دن باقی تھے مرتا کیا نہ کرتا۔ مگر مولانا مرے نہیں۔ وہ مرنے والے اسامی ہی نہ تھے۔ ایسی بیحیا زندگی والے بھی کم دیکھنے میں آئے ہیں۔ قصبہ ہی میں پڑے رہے مہتاب نگر کے باہر قدم۔ نکالے جب امتحان نزدیک آیا۔ ہمارے نام ایک خط بھیجا کہ جس روز لکھنؤ چلنے کا ارادہ ہو مطلع کرو۔ تاکہ میں راستے میں مل لوں اور ساتھ ہی لکھنؤ چلیں۔

ناظرین کی دلچسپی کے لیے خط بھی درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مکرمی۔ سلام مسنون۔ مزاج شریف۔ میں بخیریت ہوں گو کئی مرتبہ یہ حالت ہوئی کہ ع

گلشن اُمید مس کے گلہری میں رہ گئی

اور میرے والدین بھی اچھی طرح ہیں۔ آپ اچھی طرح ضرور ہوں گے کیونکہ وہاں آب و ہوا کی کوئی شکایت نہیں تاہم سب کی خیریت لکھیے گا۔ ہاں بھائی ضرورت تحریر یہ ہے کہ امتحان سر پر آ گیا۔ اور مجھے لکھنؤ جانے کا راستہ نہیں معلوم۔ اول یہ خیال تھا آپ کے ساتھ چلا چلوں گا۔ مگر آپ بھی میری بدقسمتی سے دور از وطن ہیں اگر میں یکہ و تنہا چل بھی کھڑا ہوں۔

واللہ اعلم کہاں پہونچ جاؤں۔ میں تو بڑے تشویش پیچ میں پڑا ہوں کچھ عقل

کام نہین کرتی بستی کے باہر کبھی اکیلے جانے کا اتفاق نہین ہوا۔ مین سفر سے محض ناواقف کبھی ہوز پریشان رہا اب سمجھ مین آیا کہ آپ کو لکھون اور راستہ مین آپ کے ساتھ ہو جاؤن تا کہ بخیریت تمام لکھنؤ پہونچ جاؤن۔ براہ کرم جلد مطلع فرمایئے کہ مین کب اور کہان ملون ورنہ بھائی مین کیا کرون گا کسی طرف کا نہ رہون گا۔ ہان یقین جانیے کہ مین اس خیال سے کہ اگر آپ کا ساتھ نہین ہوا تو کیا کرون گا روا ٹھتا ہون بس جواب جلد ہی لکھیے تا کہ مجھے یک گونہ اطمینان قلبی حاصل ہو بحید ممنون ہونگا۔

ناواقف ناتجربہ کار

"سعید"

یہ آپ ہ مجھے غریب مولانا آج تک کبھی لکھنؤ نہ گئے تھے۔ نام سننے کے گنہگار تھے۔ جغرافیہ مین پڑھا تھا نقشہ مین دیکھ لیا۔ ہم نے اُن کو اپنی روانگی کی تاریخ لکھ بھیجی شاہ پور سے سنیچر کی شام کو چلکر ہم ہلال آباد پہونچے اپنے مہربان حدابخش عرف ناقہ لیلا کے یہان ٹھہرے اور مولانا کی آمد کا انتظار رہا۔ یہ غریب بھی آٹھ دس ٹھنٹے اوسٹ گاڑی پر لدکر اللہ اللہ کرتے پچھلے پہر ہلال آباد آدھمکے۔ بڑی مسرت ہوئی۔ صبح کھانا کھا کر ہم وہ دونون اسٹیشن کی طرف چلے۔ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ہمارے مولانا آجتک کسی قسم کی ریل پر سوار نہ ہوے تھے جغرافیہ کی بدولت۔ ای۔ آئی۔ آر۔ او۔ آر۔ آر جی۔ آئی بی۔ بی۔ این۔ ڈبلیو وغیرہ دس پانچ لائینون کے نام انھین ضرور زبانی یاد تھے۔ اور سوار ہونا کیا معنی۔ کبھی ریل گاڑی دیکھنے کا بھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ راستہ مین انجن گاڑی۔ اسٹیشن۔ اسٹیشن ماسٹر۔ تار بابو۔ ڈرائیور۔ کوئلہ۔ پانی کی بابت سیکڑون سوال مجھ سے کیے۔ کچھ تشفی ہوئی۔ اسی خلفشار مین اسٹیشن پہونچے ابھی گاڑی مین دیر تھی۔ قبل از وقت پہونچنے سے یہ بھی مراد تھی کہ مولانا کو اسٹیشن ملاحظہ کرایا جائے پھاٹک ہی پر کان کھڑے کیے اور مجھ سے کہنے لگے کہ کیا مین بھی اُدھر آجاؤن مین نے کہا ہان ہان بصد شوق آپ میرے ساتھ چلے آیئے جھجکتے جھجکتے پھاٹک سے اندر آئے۔ تار گھر وغیرہ دکھلا کر مین نے اُن کو سگنل دکھلایا۔ اس کی ماہیت سمجھائی۔ پلیٹ فارم پر ٹہلایا مگر مجھے مولانا کی وحشت کچھ بڑھتی ہوئی معلوم ہوئی۔ جون جون وقت گذرتا گیا اور اژدہام بڑھتا گیا ان کی

پریشانی روبترقی ہوتی گئی۔ مین نے پوچھا کہ بھائی تم پریشان کیون ہو۔ کہنے لگے کہ ریل کی سواری مین کوئی ڈر تو نہین ہے۔ مین نے کہا مطلق نہین۔ بولے پھر لوگ کیون کہتے ہین فلان جگہ گاڑی لڑ گئی سات آدمی زخمی ہوئے۔ اتنے مر گئے۔ ڈرائیور بھاگ گیا آجتک پتہ نہین۔ گارڈ اسپتال مین ہے۔ تمام عملہ برطرف کر دیا گیا اور مین نے بھی تو اخبارون مین اکثر پڑھا ہے۔ مین نے کہا واہی ہوئے ہو۔ عجیب بوکھل ہو۔ یون تو دنیا مین واقعات اور حادثات ہوتے ہی رہتے ہین۔ دنیا اسی کا نام ہے مگر یہ کوئی فرض نہین کہ ورایسا ہو اور ہر ٹرین لڑ جائے۔ کبھی انسانی غلطی سے ایسا ہو جاتا ہے۔ ایک بڑی لمبی سانس لیکے بولے "ہا۔ ن ن" اور مبہوت ہی بنے رہے آخر گھنٹے کی ٹن ٹن کی آواز سنائی دی۔ لائن کلیر ہوگیا۔ ٹکٹ بٹنے لگا اور بٹ بھی چکا۔ گاڑی کی سیٹی سننا تھا کہ مولانا دونون پاؤن پر اُچھلے اور جیتے جیتے رہ گئے۔ گاڑی قریب آئی۔ انجن کی آواز بھک بھک سنائی دینے لگی۔ اس بھک بھک سے مولانا کے چہرے کا رنگ اور بھی فق کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے زرد ہو گئے۔ بدن مین لرزہ پیدا ہو گیا۔ مین نے یہ حالت دیکھکر بہت سمجھایا۔ انکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لے لیا۔ مولانا کی دیدہ نظر انجن پر جمی رہی اور جون ہی گاڑی پلیٹ فارم پر آئی اور مولانا نے انجن کو آنکھ بھر کر برابر سے دیکھا کہ ایک چیخ بیساختہ ان کے منھ سے نکل گئی اور قبل اس کے کہ گاڑی پورے طور سے رکے مولانا باوجود میری روک تھام کے پلیٹ فارم پر چارون شانے چت۔ وہ تو کہئیے خیر گذری کہ اس ٹرین سے ہمارے دو اور کلاس فیلو آ رہے تھے۔ اُن کی نظر میری بیکسی اور مولانا کی غشی کی حالت پر پڑی۔ فوراً گاڑی سے اُتر آئے۔ اور اس بندۂ خدا کا زندہ جنازہ ہم تینون نے اسباب کے ساتھ بمشکل اسی ڈبے مین لاد لیا۔ مگر اس کو ابھی تک دین و دنیا کی خبر نہین۔ دوڑ کر لمینڈ۔ برف۔ پانی لائے۔ منھ پر پانی چھڑکا۔ پنکھا جھلا۔ حلق مین بمشکل پانی ٹپکایا۔ آوازین دین۔ خدا خدا کر کے آنکھین کھلین۔ کھلین کیا۔ ادھر کھلین، اُدھر پھر بند۔ پھر آواز دی۔ سمجھایا تسلی دی کہ آنکھین کھولو۔ دیکھو تمام خلق خدا سوار ہے۔ تمھین اکیلے نہین۔ یہ دیکھو چھوٹے چھوٹے بچے بیٹھے ہین گود کے لڑکے بھی یہان موجود ہین۔ اے مرد خدا دیکھ عورتین بھی ہین۔ بولے مجھ سے نہ بولو۔ مجھے بڑی

پیاس لگی ہے۔ میں نے کہا اچھا تو لیفٹ پی لو۔ لمینڈ پیا۔ مگر اسی طرح آنکھیں بند کئے رہے جب کئی اسٹیشن نکل گئے اور کچھ اطمینان ہوا تو آنکھیں کھولیں مگر ڈرتے ڈرتے اور یہ پوچھتے ہوئے کہ یہاں الحن تو نہیں ہے۔ اس نے پہلے کھا ہی لیا تھا۔ میں نے کہا وہ یہاں نہیں وہ یہاں سے دور سب گارڈوں کے آگے ہے۔ جب بہت بنانے لگے تب کچھ سنبھلے اور طبیعت مضبوط کی۔

سلسلۂ گفتگو شروع ہوا۔ اتنا وقت بڑے لطف سے کٹا۔ عرصہ کے بعد یکجائی کی نوبت آئی تھی۔ مولانا چونکہ سرزمین وطن ہی سے آرہے تھے اُن تمام آدمیوں کی فہرست جو طاعون کی نظر ہو گئے تھے۔ اور جو کہ اُن کے حافظہ کی نوٹ بک پر درج تھے پڑھتے رہے یعنی بہت سے شہیدوں کا مرثیہ اُن کی زبانی سنا۔ ہم لوگوں نے بالاتفاق اس عالم وبا کے موقعہ پر مولانا کے ماموں اور محفوظ رہنے پر بجد اظہار افسوس کیا کیونکہ وہ شہادت کے درجہ سے محروم رہے جس کو سنکر مولانا بہت چراغ پا ہوئے گیارہ بجے دن آغا میر اسٹیشن پر پہونچے۔ خدا کی شان۔ یکہ نہ مل سکا۔ ایک بھگے والا ہاتھ آیا۔ تمام اسباب۔ بستر۔ ٹرنک۔ کتابیں۔ اُلم غلم اُس پر لادا۔ تین آدمیوں نے قیصر باغ کا رخ کیا۔ مسٹر فہیم ہمارے کلاس فیلو ہمارے ساتھ رہے مگر بالو میتر خب دوسری جگہ قیام کرنے والے تھے چلے گئے۔ اسٹیشن سے روانہ تو ہو گئے مگر ایک ایک قدم پر آفتوں کا سامنا۔ وہ کیا۔ وہ یہ کہ مولانا کی صورت دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی طلسم کدہ میں آپہونچے۔ کسی عمارت کو دیکھا وہیں کھڑے ہو گئے۔ دیکھ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔ ہم لوگ آگے نکل گئے ان کو پیچھے دیکھا پھر رُک گئے۔ بلایا۔ بڑی مشکل سے چلے۔ بھگے والے کی جان آفت میں۔ مگر مولانا کی وہی رفتار کوئی چیز سامنے آئی بالکل کھڑے ہو گئے تصویر بنے ہیں۔ ہر ایک یکہ۔ بگھی۔ ٹم ٹم۔ موٹر۔ سائیکل۔ جو سڑک سے گذر رہی جبتک نظروں کے سامنے رہی کھڑے ہو کر دیکھا کئے۔ کسی کی سنتے نہیں۔ پھر اُس کی بابت سوال وہ یہ کونسی سواری تھی؟ گیا ہم نے کوئی موٹر سائیکل بھی ان سواریوں میں دیکھی یا ابھی نہیں“؟

رفاہ عام کے پاس تھیٹریکل اسٹیج دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ بالکل ریشہ خطمی ہو گئے۔

بولے "یہ کیا ہے"، میں نے کہا یہ تھیٹریکل اسٹیج ہے۔ یہاں تماشہ ہوتا ہے۔ بولے آؤ چلو یہ تماشا بھی دیکھتے چلیں۔ میں نے کہا مرحلہ ادا ہی ہوا ہے۔ رات کو تماشہ ہوتا ہے یا دن کو؟ اس کے علاوہ ہمیشہ یہاں کمپنیاں بھی نہیں رہتیں۔ جب تب باہر سے آیا کرتی ہیں۔ بمشکل تمام گیارہ بجے کے چلے چلے دو بجے قیصر باغ پہونچے ہاں پہونچے تو مگر مالک مکان کا خط بھی وطن سے باہر ہونے کی وجہ سے نہ لا سکے تھے۔ صحن مکان میں پہونچتے ہی ایک پنڈت جی کے درشن ہوئے جو ممٹی کے پاس بیٹھے لوٹیا مانج رہے تھے۔ میں نے مختصراً اپنا مقصد اُن سے بیان کیا۔ مہراج نے بہت غور سے سُنا۔ اُس کے بعد دو تین سوال کیے۔

مہراج۔ آپ مہتاب نگر سے آوت ہیں۔

میں۔ ہاں۔

مہراج۔ کا آپ لوگ لالہ ہیں۔

میں (خاموش بالکل خاموش۔ گویا سنا ہی نہیں۔ ٹال کر۔ کچھ اور باتیں کرتے ہوئے جی میں تو آیا کہدوں لالہ والا نہیں مگر ہمارے ساتھ ایک مولانا سنر و گل لالہ ہو رہے ہیں)۔

مہراج۔ کا آپ کیتی ٹولہ ماں رہت ہیں۔

میں۔ ہاں ہاں۔ وہیں سمجھیے۔ اُسی کے نزدیک۔

مہراج۔ آپ آؤ آپ کے لئے بہت ٹھور ہے۔ تمام مکانے پڑا ہے۔ لیو دیکھو لو۔ کمرا یا ہے ٹھیک ہوئی۔ دروجہ (دروازہ) سسر نا ئین تو کا کری۔

میں۔ ٹھیک بہت ٹھیک کافی ہے۔

بھگے والے نے کل اسباب رکھا۔ مزدوری لی مگر ڈبل کیونکہ مولانا کی عنایت سے اسکا وقت بہت کم صرف ہوا تھا۔ وہ تو گیا۔ ابھی اچھی طرح اطمینان کی سانس بھی نہ لینے پائے تھے کہ ایک سچ مچ لالہ یعنی محافظ مکان۔ مہراج کے افسر اعلےٰ ڈیڑھ آنکھ کے سہارے زمین آسمان دیکھتے بھالتے آ ہی پہونچے۔

لالہ۔ بندگی عرض۔

میں۔ آداب عرض جناب (جی میں یا اللہ خیر۔ یہ بغیر برسے نہ جائیگا۔ یہ اگر حبیب

ذکر ے تو عیب ہے۔ آنکھ سے مجبور ہے۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ یہ کچھ ۔ کچھ عیب کرتا رہے)۔

لالہ آپ لالہ ہین

مین جی ہین۔ کلمہ گو۔

لالہ کلمہ گو۔

مین ۔ یعنی مسلمان۔

لالہ ہان۔ اچھا۔ ہم آپ کا رہب کا نا ئین منع کرت۔ اگلے آپ مالک مکان سے ایک چھٹی بدین مضمون منگائے لین۔ جبتک آپ ملبتوق رہین۔

مین بہت اچھا۔ ضرور منگالین گے۔ آج ہی خط لکھین گے۔ آپ گھبرائین نہین۔ ادھر دیکھئے۔ کیا کوئی پلنگ ملسکتا ہے

لالہ ۔ پلنگ تو آپ کا نا ئین دستیاب ہوئے سکت۔ اوکا کا ناؤں۔ تون سسر ادے دا ہے۔ گرہ جیا پلنگ۔ چارپائی رکھی ہین۔ واہے بھائی۔ کست تو ہین۔ تون اوکا کا ناؤن۔ او ماتا لا پڑا ہے۔ اور ہمرے تیرا دکی کنجی دو بجی نائین۔

مین ۔ خیر کوئی مضائقہ نہین۔

مہراج غریب اتنے عرصے چپکے کھڑے کل باتین سنا کیئے۔

اس سے نجات پاکر اسباب اسی طرح کمرہ مین چھوڑ چلچلاتی دھوپ مین چھتری سے سر پسایہ کئے۔ دل سمجھاتے ہوئے امین آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ پہونچے کھانا کھایا۔ ضروری چیزین۔ موم بتی۔ تیل۔ صراحی وغیرہ لے واپس آئے۔ واپسی مین راہ مین مہراج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ خود ہی کہا کہ لالہ پلنگ دیتے نہین۔ کبھی انھین پاس ہے۔ کمرہ کے فرش پر بستر بچھایا۔ تھوڑی دیر آرام کیا کچھ کتابین دیکھین مگر رہ رہ کر رات کی آنے والی مصیبت کا خیال آتا تھا۔ کہ فرش پر کیونکر رہین گے تختہ ہوجائین گے تختہ۔ عصر کے وقت نماز پڑھکر ہم لوگ پھر امین آباد کی طرف گئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب کا مکان بمشکل تمام سرد ی خندق مین تلاش کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ملے۔ بہت مہربانی سے پیش آئے پلنگ کا انتظام کر دینے کو کہا۔ اسوقت مجبور تھے۔ ہم لوگون نے ایک شکایتی خط دن ہی کو صاحب خانہ کے نام

لکھ کر ڈال دیا تھا اور لالہ کی زیادتی اور اپنی بے بسی کی کل کیفیت قلمبند کر دی تھی۔ رات جس مصیبت سے کٹی یا اللہ جانتا ہے یا ہم تین اللہ کے بندے جانتے ہیں۔ وہ تو خیریت رہی نیا کمرہ تھا اس لیے بہت گرمی نہ معلوم ہوئی۔ مگر مچھروں نے مہمان نوازی میں کچھ کسر نہ اٹھا رکھی۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے دوسرے روز ایک بڑا سا پلنگ دیا ایک مزدور کے ذریعہ اسکول سے آئے۔ شام کو ہیڈ ماسٹر صاحب نے آکر لالہ کو سمجھایا کہ یہ اسکول کے لڑکے ہیں۔ ان کو تکلیف نہ دینا چاہیئے۔ تب ایک چھوٹی سی چارپائی اُس واحد لعین نے بھی نکال کر دی۔ تیسرے روز مالک مکان کا خط لالہ کے نام پہونچا۔ بہت سخت وسست لکھا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو بھی ایک تحریر موصول ہوئی۔ اُنھوں نے بھی شام کو آکر فہمائش کی۔ اب کیا تھا منشی جی کو زمین آسمان کچھ نہ سوجھا۔ پلنگ مرحمت کیئے۔ ہم لوگوں کا تمام سامان دو منزلہ پر پہونچایا۔ ہر قسم کی آرام کا خیال۔ گھڑی گھڑی دریافت کریں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ ہم لوگوں نے درگاہ خدا میں شکر ادا کیا۔ رات دن مزے سے کٹنے لگے۔ ہاں صبح تڑکے اُٹھتے۔ ضروریات سے فارغ ہو (لٹرین کے دروازہ پر بطور امیدوار ضرور دیر تک کھڑا رہنا پڑتا) منھ ہاتھ دھو۔ نماز پڑھ امتحان دینے روانہ ہوتے۔ دس بجے پرچہ ختم ہوتا۔ سیدھے امین آباد جاتے۔ کھانا کھا کر قیصر باغ آتے۔ پڑھتے آرام کرتے۔ شام کو پھر پارک جاتے۔ کھانا کھا کر واپس آتے۔ کچھ پڑھ کر سو رہتے۔ علی الصباح پھر اُٹھتے۔ یہی دستور تھا۔

ہاں اندنوں جو نئی بات ہوئی وہ یہ تھی کہ اول ہی روز مولانا نے مجھ سے کچھ مزاح میں کہا جس پر مسٹر نسیم نے نوٹس لیا کہ جناب آپ صاحبوں کا یہ مذاق کیسا (مجھ سے اور مولانا سے کوئی خاص طور سے مذاق نہ ہوتا تھا) مولانا نے جواب دیا کہ آخر دس پندرہ روز یہاں ہیں۔ کیونکر جی بہلے گا۔ لے دے کے ہمیں تین آدمی ہیں۔ میں نے کہا خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ کا بھی خیال درست ہے۔ پھر کیا تھا۔ نسیم نے اُس وقت سے اُن کو تختۂ مشق بنا لیا۔ ہمارے اور نسیم کے فقرے ہونے لگے۔ تیسرے روز جب پرچہ کر کے واپس ہوئے تو مولانا خلاف معمول بہت رنجیدہ معلوم ہوئے۔ خیال ہوا کہ شاید پرچہ خراب گیا ہوگا۔ بعد اصرار بڑی جھجک سے فرمایا کہ ہم سے مذاق نہ کیا کیجئے۔ ہم لوگوں کو یہ نہ معلوم تھا کہ مولانا پر ان دو روز کی پھبتیوں نے ایسا اثر کیا۔ خیر اُن کی تسلی

اسکے لئے کہدیا گیا کہ اچھا صاحب اب ہم لوگ احتیاط رکھیں گے۔ مگر یہ تو آپ ہی کی خاطر سے ہوا تھا
کہنے لگے کہ ہم کو یہ نہ معلوم تھا کہ یہاں تک نوبت پہونچے گی کہ بات کرنا مشکل ہو جائیگا
کہنے کو تو ہم نے کہدیا اور احتیاط کا وعدہ بھی کر لیا مگر اب طبیعت روان ہو چکی تھی کیونکر رکتی
وہی رنگ بہر حال رہا۔ مولانا بھی عادی ہو چلے۔ ان کی کاہل وجودی نے اور بھی اس بات
پر آمادہ کیا کہ جہاں تک ہو سکے انکو بنایا جائے۔ اور یہ صفت آپ کی ہم لوگوں کو پہلے سے نہ
معلوم تھی کہ کبھی اس بندۂ خدا نے کسی کی خاطر خدمت نہ کی۔ پیاسا بیٹھا رہتا۔ اور پیچھے ہمسے
سے صراحی میں پانی لانا قسم تھا اور کہتا کہ اگر میں زینہ سے گر پڑوں تو میری تندرستی کا کون ذمہ دار
ہے۔ کچھ غصہ معلوم ہوتا کچھ ہنسی آتی پیشاب کرنے نیچے نہ جاتا۔ چاندنی رات میں منڈیر
پر بیٹھ کے پیشاب کرتا۔ اور اسکا سایہ نیچے صحن میں پڑتا مگر اس ناشدنی کو یہ خیال
نہ آتا کہ اگر دیکھیں گے تو لوگ میری تہذیب کو کیا کہیں گے اور اسی طرح یہ کہ لالٹین بھی
ایک ہاتھ میں ہوتی۔ ایک چیز کا شوق البتہ دامنگیر ہو گیا تھا قلفیوں کی چاٹ ایسی
پڑی تھی کہ ہم نے بارہا اسکے بہانے مولانا کو چلچلاتی دھوپ میں بھی تمام قیصر باغ میں
دوڑایا قلفی کے نام سے وہ دوڑ جانے کو ہر وقت مستعد تھے۔ اور دلی بخار نکالنے کی یہی
ترکیب بچی تھی۔ یوں ہی دن گذرتے رہے۔ امتحان کے درمیان جو چھٹی پڑی اُس میں مولانا
کو مشہور عمارتوں۔ بڑا امام باڑہ حسین آباد۔ بیلی گارد وغیرہ کی زیارت کرائی گئی۔ پارک اور
محلوں باغوں میں بھی ٹہلائے گئے جس سے بہت کچھ وحشت کم ہوئی۔

مولانا عجائب گھر دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ مگر اُن کو یہ کیا خبر کہ یہ عجائب گھر دیکھتے تھے اور
تمام عجائب گھر اُن کو دیکھتا تھا۔ مگر مردہ جانوروں اور آدمیوں کے ڈھانچے دیکھ کر آخر
مولانا وہاں بھی ایک مرتبہ اُچھلکر چیخ اُٹھے اور آنکھیں بند کر لیں۔ اور جسوقت ہم اُن کو
ہاتھ پکڑکر وہاں سے ہٹا لائے تب بھی آنکھیں بند تھیں۔ جب وہاں سے دور ہونے کا
یقین ہوا تب کھولیں۔ چلتے وقت غریب مہتمم (Curator) اُن کو دیکھکر ہاتھ ملکر
رہ گیا کہ ایسی عجیب و غریب چیز عجائب خانہ میں آکر پھر باہر جاتی ہے۔ آخر امتحان
ختم ہوا۔ پرچے سب کے اچھے ہوئے۔ مسٹر فہیم تفریح کی غرض سے ٹھہر گئے۔ مگر ہم
اور مولانا اپنے مہربان بابو درگا پرشاد کے ساتھ جو کہ ایف۔ اے۔ کے
امتحان سے فارغ ہو چکے تھے۔ اُسی روز شام کی گاڑی سے روانہ ہو گئے

رات کو ہلال آباد مین ٹھہرے ـ مولانا وطن روانہ ہوگئے ـ مگراب مولانا وہ مولانا سے تھے کچھ سے کچھ ہوگئے تھے ـ ہان ہاں لکھنؤ اودھ کا دار الخلافت دیکھ آئے تھے بعض وقت بہت جوش سے فرماتے تھے ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ترا دیدہ و پیر سن را شنیدہ

دوسرے روز ہم بھی شاہ پور واپس پہونچے ـ کچھ دن قیام رہا ـ بعد کو نتیجہ مگر ہونیحے نتیجہ کا انتظار بے صبری سے ہونے لگا ـ بارے خدا خدا کرکے وہ دن آیا ـ آگرہ آباد سے گزٹ نکلا اور شکر خدا کہ ہم لوگون کی تمناؤن کو پورا کرتا ہوا ؎

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

مسٹر فہیم ـ ہم اور مولانا تینون پاس ہوگئے ـ مولانا اول درجہ مین ـ ہم دونون آدمی دوم درجے مین ـ اسکول کا نتیجہ اسی فیصدی رہا ـ بڑی خوشی ہوئی ـ خدا کا لاکھ لاکھ شکر بجا لائے ـ ہمارا تو سلسلۂ تعلیم یہین سے منقطع ہوگیا ـ مگر مولانا کو اگلے زینہ پر پہونچانے کی کوشش کی گئی ـ خیال ہوا جہان تک ہو انکو اونچے درجے بھی پھندا دیئے جائین لکھنؤ تو اب دیکھ ہی چکے تھے جھجک نکل گئی تھی ـ پھر بھی کمر مین پٹکا باندھ دیا گیا تاکہ چستی ایک سو بیس درجہ سے کم نہ ہونے پائے ـ پرانے محسن بانی اسکول نے وظیفہ برابر دینے کو کہا ـ اور جولائی مین "میان پوت" لکھنؤ روانہ ہوگئے ـ

چوتھا باب

کالج مین داخلہ

ہوا ہے نام میرا درج کالج کے رجسٹر مین
کہان تک لیگیا دیکھو مجھے شوق دبا دانی

ناسخ

کالج لائف۔ ہماری کالج لائف تو بڑی تمناؤں کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جو تیرا لطف اُٹھاتے ہیں۔ اسکول لائف میں اپنی زندگی کا جب ایک حصّہ نذر ہو چکتا ہے۔ اور پھر بھی جب تقدیر ساتھ دیتی ہے تب تجھ تک دسترس ہوتا ہے ورنہ بہتوں کو تیری حسرت ہی رہجاتی ہے۔ جوں کے آنسو رو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ مگر کم مائیگی سے تیرا دیدار نصیب نہیں ہوتا۔ بہت سے غریب جنکی ذہانت اور محنت کا اسکول میں سکّہ چل جاتا ہے اور جن کی کامیابی پر اسکول کو فخر استادوں کو ناز ہوتا ہے۔ وہ بھی اتفاقات زمانہ سے مجبور ہو جاتے ہیں اور تمام تمنائیں اور آرزوئیں سیکڑوں منصوبے دل ہی دل میں رہ جاتے ہیں اگر زمانہ اُن کو موقعہ دیتا تو کیا عجب شہرہ آفاق ہوتے۔ یکتائے زمانہ نکلتے۔ یوں تو اسکول لائف بھی کچھ کم لطف زندگی نہیں۔ مگر اس کی کالج لائف سے کوئی مناسبت نہیں اسکول لائف میں پھر بھی اتنی آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ روز مرّہ سبق کو یاد کرنے کا کھٹکا مار کا ڈر۔ کچھ نہ کچھ پریشان رکھتا ہے مگر کالج لائف میں ان باتوں کا بھی کوئی خیال نہیں۔ ایک تو اسکول سے نکلکر کچھ قابلیت آجاتی ہے جس سے کچھ آئندہ تعلیم میں ایک حد تک انسان خود ہی اپنا رہنما بن سکتا ہے عقل بھی اب زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ اس لیئے کورس تیار کرنے میں کوئی دقت نہیں۔ دوسرے مار پیٹ کا تو یہاں مطلق گذر ہی نہیں اگر کبھی کسی غفلت میں خدا نخواستہ جرمانہ ہو گیا تو چنداں بار بھی نہیں گذرتا۔ پھر سیکڑوں تفریح کے سامان مہیّا۔ پڑھنے لکھنے کھیلنے کودنے کی سب قسم کی آسانیاں موجود۔ اگر کہیں کالج ٹیم ٹوئر پر گئی اور آپ بھی ساتھ ہوئے تو پھر کیا کہنا! اس سیر و تفریح کا کوئی جواب ہی نہیں ہوتا کالج ہی میں تمام حصص ملک کے طلبا جمع ہوتے ہیں اور ہر قسم کا آدمی نظر سے گذرتا ہے مگر ٹوئر پر اس سے بھی اچھا تجربہ کا موقع ہاتھ آتا ہے ۔ ہفتوں تمام احباب کی یکجائی روز و شب کا لطف بھولنے والی چیز نہیں۔ غرضکہ جو شخص کالج لائف کا لطف اُٹھا لے ہی اُسے ضرور خوش قسمت کہونگا۔ بلکہ میں خوش نصیب سمجھونگا۔ اور جسکو یہ موقعہ ہاتھ آئے اور اُس سے فائدہ نہ اُٹھائے یا ایسے زرّین موقع کو کھو دے اس سے بڑھکر جاہل بیوقوف بدقسمت کوئی نہیں۔

مولانا لکھنؤ پہونچے کس غرض سے۔ پڑھنے کی غرض سے۔ قیصر باغ میں قیام ہوا۔ کالج میں داخلہ ہوا تعلیم شروع ہوئی۔ ہمارے مہربان بابو درگا پرشاد سے ٹیوشن بھی ایک ٹھیک کر دیا۔ تاکہ مولانا کو کچھ فراغبالی کے ساتھ وقت کاٹنے کا موقعہ ہاتھ آئے۔ کھانا تو کالج مس (Mess) میں کھاتے تھے مگر رہتے قیصر باغ ہی میں تھے۔ اور کھانا بھی کس قسم کا۔ اول نمبر کا یعنی دس روپیہ ماہوار ادا کرتے تھے۔ وجہ یہ کہ اب ثقیل اور بومزہ غذا مولانا کا معدہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا۔ یعنی کھانا یا پایا جوانی پوسٹ کارڈ ہوجاتا تھا۔ مولانا اب چادر دیکھکر پاؤں پھیلانا بھول گئے۔ آرام بہت سوجھتا تھا۔ یوں ہی اس بندۂ خدا کا وقت کٹتا رہا۔ بابو درگا پرشاد سے روزمرہ ملاقات ہوتی تھی۔ اور وہ ہموطنی کی صحبت کی وجہ سے ہر قسم کی امداد پہونچانے پر مستعد رہتے۔

حُسن اتفاق سے ڈیڑھ دو مہینہ کے بعد میرا جانا لکھنؤ ہوا۔ میں سیدھا قیصر باغ مولانا کی زیارت کو پہونچا۔ مگر وہ کالج میں تھے۔ مجھے تو قدمبوسی کا اشتیاق تھا اور اگر یہ شوق حرزِ جاں ہو جاتا تو جان ہی پر بن جاتی۔ لہذا کالج بھی جا پہونچا۔ پھاٹک پر لڑکوں سے دریافت کیا معلوم ہوا ذات شریف فارسی درجے میں پڑھ رہے ہیں میں گیا۔ باہر آئے۔ چھٹی لے کر میرے ہمراہ ہوئے۔ پھر دونوں آدمی چلکر بابو درگا پرشاد سے ملے۔ کھانا پی کر تفریح کو امین آباد گئے۔ رات کو ہم مولانا کے وہاں رہے۔ بڑے مزے کی باتیں ہوتی رہیں۔ دوسرے روز بھی میرا قیام رہا۔ آج غریب کالج بھی نہ گئے۔ اپنا ایک روز کا ہرج کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی بات تھی کہ اب وہ پڑھنے کے اتنے شائق نہ معلوم ہوتے تھے۔ اُن کی طبیعت کچھ اُکھڑی اُکھڑی معلوم ہوتی تھی۔ بہت بد دل تھے۔ اپنے دیرینہ محسن سے بہت شاکی تھے خرچ کی تنگی انکا ناک میں دم کیے تھی۔ مولانا نے دوپہر کو اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ کھانا مزے کا تھا۔ میں نے کہا یہ دست مبارک کی برکت ہے خدا قسم کسی اچھی خاصی سگھڑ بی بی کی بھی ایسا لذیذ کھانا نہیں پکا سکتی۔ بہت خوش ہوئے۔ امین آباد سے دو ڈھائی اچار بھی لے آئے تھے۔ گو کہ اس دو دادوش میں غریب کا حوصلہ چار نکل گیا تھا۔ ہاں اس عرصہ میں مولانا کے فیشن میں بھی کچھ ترمیم ہوئی تھی۔ اور ہوتی کیوں نہیں۔ جب

کھانے کا یہ حال ہوا تو کپڑے کا کیون رنگ نہ بدلتا۔ غرضکہ مولانا نے ایک حد تک کیچلی بدلی تھی۔ بال بھی سر پر اب قاعدے سے تھے۔ بالکل برابر کٹے ہوئے گویا پارک کا سبزہ۔ درمیانی داغ بیل یعنی بال یا جاند کے بیچون بیچ اب سنٹر بلی (Centre Bully) کی جگہ نہ تھی۔ پیشانی پر باؤنڈری لائن کا پتہ نہ گدّی پر حد بندی کے نشان قلم چوڑی سی کٹی ہوئی۔ گویا الف۔ بے کی تختی لکھنے والے نے قلم کی قط سر پر یا اس قسم کی حجامت والے سر پر یا اُس سوداز دہ سر پر یا اُس خبط والے سر پر ایک بال دار گول ٹوپی۔ اچکن شیروانی۔ پائجامہ پتلون نما۔ گرمچ کا بوٹ لکھنؤ کی آب و ہوا اور سوسائٹی نے زبردستی اُن کو یہ چولا بخشا۔ ظاہر تو ایک حد تک خوش و خرم معلوم ہوتے تھے مگر اُن کے دل کی کیفیت کوئی یہ جانتا تھا مین اوپر اشارتًا لکھ آیا ہون کہ کچھ بددل سے رہتے تھے۔ ہاں اکیلے مین مجھ سے کھلکر سب کچھ کہا۔ وہی اپنے دیرینہ محسن کے تغافل کی شکایت کہنے لگے کہ مجھ کو یہان لا کر ڈال دیا۔ مین اُنھین کے بھروسے پر آیا ورنہ اس آفت مین مبتلا ہونے کی کون ضرورت تھی۔ ڈیڑھ ڈیڑھ مہینہ گذر جاتا ہے۔ تب کہین خرچ آتا ہے۔ مین یہان پردیس مین کیا انتظام کرسکتا ہون۔ اگر ایسا ہی تھا تو مجھے بھیجا ہی کیون تھا۔ خط پر خط لکھے۔ کچھ جواب نہین۔ مین نے تو دو ایک خطون مین صاف صاف لکھدیا۔ ناخوش ہوتے ہون گے تو ہون گے مین کیا کرون مجبور ہون۔ ہان ایک خط تمہین بھی دون گا لیجا کر دیدینا۔ مین نے کہا بھائی اول تو تمہین ناشکری کرنا ہی نہ چاہیئے۔ وہ تمھارے محسن دیرینہ ہین اُن کی بدولت یہ کچھ ہوا۔ پھر امیر ہین رئیس ہین۔ بڑے آدمیون کے یہان وظیفے تنخواہین یون ہی ملتی ہین۔ دس روز اِدھر یا دس روز اُدھر کی کوئی بات نہین اُنسے عمدہ پیرایہ مین ادب کے ساتھ اپنی معذوری کا اظہار کرو۔ ضرور خیال فرمائین گے۔ تم کون ہو جو اُنھین سخت و سست لکھو گے۔ تم کو کونسا حق ہے۔ مگر وہ اپنی خود سری کی بدولت نہ مانتا تھا نہ مانے۔ مجکو قسمین دلائین کہ میرا خط یہ ضرور بھیجا دینا اور زبانی بھی کہدینا۔ مگر تعلیم سے طبیعت اُچٹنے کی جو اصل وجہ تھی وہ ناظرین کو دوسرے باب کے مطالعہ سے معلوم ہو گی۔ خرچ کی تنگی اور پریشانی تو ایک بہانہ تھا اور اُن باتون کا پردہ۔

پانچواں باب

خبطِ عشق اور فراری

رہ کے بستی مین بڑے عیش سے کاٹا بچپن

باسط

ہو جوانی کا بھلا لائی ہے ویرانے مین

خدا نہ کرے کوئی کسی کی محبت مین گرفتار ہو۔ ہم تو بھائی یہی کہین گے۔ تمام قسم کی قیدین اچھی مگر اسیر محبت ہونا بُرا۔ ایک بُرا اور ایک بہت بُرا۔ ناحق اپنی جان کھپانا اور کسی کے بھاؤ نہین۔ عاشق میاں ہین کہ مرے جاتے ہین۔ خیرات جو تون گذر جائے گی مگر صبح ہوتے تمام دھرے ہین۔ معشوق صاحب ہین کہ گہری نیند کا مزہ اُٹھا رہے ہین۔ خواب ناز مین مصروف ہین۔ اُنکی بلا سے کوئی مرے یا جیئے۔ اُن کو شام سے دن چڑھے تک سونے سے مطلب یہ برہنگی مین مست ہین جنون کے دامن سے وابستہ ہین۔ صحرا نوردی اور دشت پیمائی سے کام۔ وہ ہین کہ آرایش مین مشغول ہیں

تمھیں آشفتہ مزاجون کی خبر سے کیا کام

تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

محصل اعیار مین ہیسی جو تی کی باتین ہو رہی ہین چھیڑ چھاڑ سے کام۔ آخر نتیجہ صرف یہی کہ اپنا جون بیکار ختک کرو۔ اور بن پڑے تو گھٹ گھٹ کے مرجاؤ۔ کنوین مین پھاند پڑو۔ دو منزلے سے نیچے گر پڑو۔ تالاب مین ڈوب مرو۔ اگر عرصہ سے خواب و خور حرام ہو گیا ہے تو کچھ کھا کے سو رہو۔ مگر کہین ایسا ہو کہ بچ جاؤ اور قالون کے اڑنگے مین آجاؤ تو پھر تمام عاشقی کر کری ہو کے رہ جائے۔ اس کے لیئے سہل لٹکا یہ ہے کہ جب محنت میں دن دوپہر بالکل اندھے ہو جاؤ تو کسی سمت چلدو رُسوائی کا خیال نہ کرو۔ اگر آدمیون سے وحشت معلوم ہوتی ہو سیدھے ویرانے ہو بیٹھو جنون سے مناسبت رکھنے والی تمام چیزین تمکو وہان مہیا ملینگی جب طبیعت کچھ سنبھلے۔ بستی مین آکر دل بہلاؤ مگر ایک جگہ زیادہ قیام کبھی نہ ٹھہراؤ۔ پاگل کیطرح جب تب بھاگتے

رہو - محبت کا اس یہی تقاضا ہے ؎

عاشقی چیست بگو بندہ جانان بودن
دل بدست دگرے دادن و حیران بودن

افسوس مولانا کا بھانڈا پھوٹتا ہے یاروں کیئے دار عشق افشا ہوتا ہے مگر اسمین ہماری خطا کوئی نہین مثل ہے مشک اور عشق چھپتا نہین - اور اس راز کے طشت ازبام ہونے کی ابتدا بھی غریب مولانا ہی کے ہاتھوں ہوئی - نہ بھاگتے نہ بھید کھلتا ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

مگر یہ کہیئے جب آدمی کی جان پر بن جاتی ہے - کچھ نہین سوجھتا اور پھر اسمین بُرائی کیا اسمین بدنامی کی کونسی بات - اسمین کلنک کا ٹیکا کیا لگ گیا - محبت کوئی بری چیز نہین - کون ایسا ہے جسکا دل اُسکے جذبات سے خالی ہے - اگر خدا نخواستہ کوئی انسان ایسا نکل بھی آئے تو اسے انسان کہنا اسے کو انسانیت سے خارج کرنا ہے اب رہا یہ کہ اپنے ایسے جذبات ہین کہ بستی لودیا مین جلی ہی جاتی ہے - یہ اور بات ہے کہ مولانا مین پورا اسٹیم بھتا یا اتفاق زمانہ سے حرارت ترقی کر گئی - کیا اس کوچہ مین قدم رکھنے والے سب پہلے یہی غریب تھے - نہین نہین بہتوں نے جرأت کی - مجنون تو خاک بیابان ہی مین تپ گئے - فرہاد نے مایوس ہو کر خودکشی کی - اور نہ معلوم کتنے خدا کے بندے اسی گھاٹ آ ترے - وامق - نل - رومیو - (Romeo) پھر مولانا مین آخر کون سی کمی تھی - کہ پھل جاتے - افسوس آپنے بعد کا زمانہ پایا ورنہ اول اول آپ ہی کا نام عاشقان شوریدہ سر کی فہرست مین درج ہوتا گو کہ اب بھی خبطیوں کی فہرست آپ ہی کے نام سے کھلی ہے - مجنون اگر خاک نجد مین سو رہے تو کون بڑی بات کی - مولانا کو اگر ویسا ہی کوئی میدان ہاتھ آجاتا تو کیا مرجانے مین دریغ کرتے - کوہکن نے اگر اپنی جان اپنے ہاتھوں دے دی تو کونسی گڑھی فتح کرلی مولانا اگر قانون وقت سے مجبور نہ ہوتے تو

کیا بیٹھے رہتے ۔ غرضکہ مولانا پر اگر عشق کا رنگ چڑھا تو چوکھا ۔ اگر سودا سمایا تو بخوبی ۔ اگر محبت کی چوٹ پڑی تو بھرپور پھیلتی ہوئی نہین ۔ اب آپ ہی بتلائیے اس حالت مین پڑھنا لکھنا کیسا ۔ وہان درس ہی دوسرا ہونے لگا ۔ کورس کی کتابون سے سخت نفرت ۔ اُن کی صورت سے بیزار ۔ حسن و عشق کے تذکرے ۔ محبت کی داستانون سے دل بہلاتے ۔ ناول ، ناٹک ، ڈراما مطالعہ مین رہتے ۔ ایک سودا تھا کہ اُنکے سر مین سمایا رہتا ۔ عجب بیکلی اور بےچینی کی حالت رہتی ۔ کھانا پینا حرام ۔ خواب خواب و خیال ہو گیا ؎

جس کا دل دلبر مین ہو پھر اُسکو کب آتی ہے نیند
کروٹین لیتے ہی لیتے صاف اُڑ جاتی ہے نیند

رات دن رونے تڑپنے سے کام ۔ صورت دیکھکر ترس معلوم ہوتا ۔ عجیب حالت تھی ناک نقشہ کا ما کہ بگڑا ہوا جدائی کی راتین فرقت کے دن پہاڑ جیسے کاٹے نہین کٹتے ۔ عشقیہ اشعار ورد زبان ۔ انھین کو گا گا کر ۔ کیون اسے تو رو رو کر دل کو کسی قدر بہلاتے تسکین دیتے ۔ نزخرہ ۔ نہین ۔ نہین گلا بھی ایسا واقعہ ہوا تھا ۔ کہ سو سو مین کیا ہزار پانچسو مین ایک بیجو باورے اور تان سین کی روح مرنے کے بعد انھین مین حلول کر گئی تھی دیکھئے یہ تب کا وقت ہے ۔ تمام عالم بے خبر ہے ۔ مگر مبتلائے عشق ۔ اسیر محبت ۔ با ہمہ اُلفت مولانا اس وقت بھی یاد مین مشغول ۔ خدا کی یاد مین نہین ۔ ایک فتنہ دوران ۔ آفت روزگار ۔ دشمن ایمان کی یاد مین ۔ ایک دشمن جان کی یاد مین ۔ تصور سے کس کس مزے کی باتین ہو رہی ہین ۔ سنیئے ۔ غزل

مولانا ؎

ہوتی ہے بلبل نالان کی صدا بھی اچھی
تم جو سُن لو تو مری آہ رسا بھی اچھی

مکرر سہ کرر کہتے ہین اور کس پیار سے انداز سے کہتے ہین "تم جو سن لو" "تم جو سن لو" "ہان تم جو سُن لو"

راوی۔ مولانا گھبرائیے نہیں۔ آپ بلبل سے کہیں زیادہ خوش نوا ہیں۔ آپ کی آہ وہ کیون نہ سنیں گے۔ وہ بھی رسا۔ آپ یون ہی رٹ لگائے رہیئے۔ ہان ہان کہیئے۔

مولانا۔ "تم جوشن لو"

راوی۔ "سبحان اللہ"

مولانا۔ "تم جوسن لو"

راوی۔ "سبحان اللہ"

مولانا ؎

غیر کے کہنے سے کرتے ہو وفا کیا حاصل
اپنی خاطر سے کرو تم تو جفا بھی اچھی

راوی۔ یہ آپ نے بہت بجا فرمایا۔ غیر کا احسان اور آپکے اس سودازدہ سر پر تو بیجئے۔ ہرگز نہ مانیگا اپنی خاطر سے خواہ جفا بھی کرین۔ تو بھی کوئی ہرج نہین آپ کا خیال بہت ٹھیک ہے۔ مین صاد کرتا ہون۔ اور ایک جفا کیا آپ کو حلال بھی کر ڈالین تو بھی کوئی مضائقہ نہین آپکا اب مرجانا ہی بہتر ہے۔

مولانا۔ بھائی تم کو مذاق کی پڑی ہے۔ یہان جان پر بنی ہے۔ کمبخت مجھکو۔ دق کر دیا۔ ہائے ؎

لطف شوخی کا نہین جان کے شوخی کرنا
ہو بناوٹ سے جو خالی تو حیا بھی اچھی

راوی۔ آپکے اس پاکیزہ خیال پر بیاختہ یہی جی چاہتا ہے کہ آپکو پیار کر لون۔ سبحان اللہ تسنع کی کس پیرائے مین مذمت فرمائی ہے۔ آپ ہی کا حق ہے۔ بناوٹ سے حیا کیا جو چیز خالی ہو وہی اچھی۔ اور کیون جانیگا۔ خدانخواستہ آپ کی اس عشق ہی مین اگر کچھ بناوٹ ہوتی تو یہ مزہ کہان تھا۔ کیا پیارا خیال ہے۔

مولانا ؎

مژدۂ وصل بنے کاش اجل کا پیغام
یعنی اگر ہجر مین آئے تو قضا بھی اچھی

راوی۔ گھبرائیے ہیں اطمینان رکھیئے۔ انشاء اللہ آپ کی موت یون ہی ہوگی۔ آپ کی ایسی ہی لکھی ہے۔
مولانا۔ خدا کے لیئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میری جان کے پیچھے کیون پڑے ہو۔ میں یون ہی مر رہا ہون۔
راوی۔ اب دیر تو مجھے نہیں معلوم ہوتی۔
مولانا۔

ہو مبارک تجھے گلگشت چمن اے لیلا
ترے مجنون کو تو جنگل کی ہوا بھی اچھی

راوی۔ واہ رے سچی محبت عشق صادق اسی کو کہتے ہیں۔ معشوق کو کس مزہ سے دعائیں دی جاتی ہیں۔ آپ کے لیئے درحصل جنگل ہی کی ہوا راس آئے گی اور یہ بھی نہیں بہتر تو یہ تھا کہ آپ کو کہیں اور (پاگل خانہ کی ہوا کھلائی جاتی۔ کیا عجب تھا اس سودا کا علاج مناسب ہوجاتا۔
مولانا۔ خیر میں خبطی سہی

دشمنی شیخ سے مجکو برہمن سے ہے بیر
دیر بھی خوب ہے کعبہ کی فضا بھی اچھی

راوی۔ اس خیال پر تو جی چاہتا ہے کہ آپکا منہ چوم لون۔ آپ کا کیا اگر کل ہندستان کا اور ہر فرد بشر کا یہ خیال ہو تو بہا۔
مولانا۔

خون ناحق کا مرے کون ہے پرسان بالعنط
ضد ہے قاتل کو کہ ہے اس سے خدا بھی اچھی

راوی۔ ضد کا تو کوئی علاج نہیں۔ لیکن تو اپنا اپنا رنگ ہے۔ اور ایسی ایسی نظیر۔

یون ہی روز دکر غریب کی راتیں گذر جاتیں کیونکہ عشق سے ان کو بالکل دیوانہ کر دیا تھا۔ آخر پھر وہی ہوا جو ہونا تھا۔ اس سودے نے ایسی ترقی کی کہ حواس باختہ

ہو گئے۔ اور جنوں ہی کی خاصیت کے مطابق اُن کو بے پر اُڑا یعنی ایک روز مولانا لکھنؤ سے چل دیئے۔ اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور خبر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہر بات صیغۂ راز میں رہنا چاہیئے۔ دو تین روز تو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ آخر کمرہ کھول کر جو دیکھا گیا تو وہاں کا منظر اس بات کی شہادت دے رہا تھا کہ اسکا مکین ابھی اُٹھ کر گیا ہے۔ چارپائی پر دو تین کتابیں کھلی ہوئی اس انداز سے پڑی تھیں کہ پڑھنے والا انکو ابھی ابھی انہیں چھوڑ کر ضرورت سے گیا ہے۔ ٹرنک بستر کل سامان موجود معلوم ہوا کہ حضرت صرف مع اپنی دو گوش کے گئے اور کچھ ایسی عجلت میں تو دو گیارہ ہوئے کہ کوئی چیز نہ لے جا سکے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یکایک کسی نے باہر بلا لیا۔ اور یہ ادھر ہی سے چل دیئے۔ آپ کے محسن ابھی وہاں کئی ہفتہ قبل پہونچ چکے تھے۔ اُنھیں بھی کچھ اطلاع نہ دی۔ وہ اوپر کی منزل میں تھے۔ آپ نیچے۔ یہ گل کھلا کر چل دیئے۔

ناظرین حیرت میں ہوں گے اور کیا عجب مجھ سے خفا ہوں کہ اتنا الجھا کا گیا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ مولانا کی معشوقہ یعنی ہماری ہیروئن کون تھی۔ مولانا کو دیدار کی کیونکر نوبت آئی۔ اس فتنۂ دوران کا خاکہ کیا تھا۔ ناک نقشہ کیا تھا۔ نک سُک سے درست تھی یا نہیں۔ یعنی اُس کا سراپا کیوں نہ تحریر کیا گیا۔ عُمر میں مولانا سے کم تھی یا زیادہ۔ وضع قطع تراش خراش اپنے عاشق زار سے ملتی تھی یا نہیں۔ اُنھیں کی طرح ہنستی تھی یا کسی اور طرح۔ ہنسی میں بجلی گراتی تھی یا نہیں۔ الھڑپنے کی رفتار قیامت خیز تھی یا نہیں۔ مولانا کا حلیہ اگر ایک باب میں ہے تو اُس بیکبخت اللہ کی بندی کا بھی ذکر کچھ تو لازم تھا۔ ہاں اس کے جواب میں سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا۔ کیوں؟ اس لیئے کہ ہم نے اس حور وش پری تمثال کو دیکھا ہی نہیں۔ اور ہم کیا ایک عالم نے اس عنقا صفت معشوق کو نہیں دیکھا سوائے مولانا کے۔ مگر وہ حور وش عجیب طبقہ کے لوگوں میں سے تھی۔

پھر یہ معلوم کیونکر ہوا۔ اس کی نہ پوچھئے۔ ایسے سُراغ رسانوں نے خبر دی کہ کچھ کہنا ہی نہیں۔ وہیں کے رہنے والے ان کے کلاس فیلو بھانپ گئے اور بھانپ کیوں نہ جاتے۔ تاڑنے والے سے کہیں بات چھپی رہتی ہے۔

پہچان لیتے ہیں قیافہ دیکھکر
کا مضمون بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھکر

پھر انکا بات ڈھنگ سا انکا سودا و جنون۔ گرفتار محبت کہین چھپتا ہے۔ بات بات سے مترشح ہوتا تھا کہ وہ بیچارے غریب کسی کی اُلفت مین پھنس گئے۔ اُمید کہ ناظرین اِس بارہ مین ہماری معذوری سمجھ گئے ہونگے اور اب اگر مولانا کے عشق کامل کا یقین نہ کرینگے تو کفر کرینگے۔

چھٹا باب

سُراغ

لائے اُس بُت کو التجا کرکے
کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

حضرت انسان کا کیا کہنا۔ اگر چاہین تو اپنی تلاش و جستجو سے سب کچھ کر سکتے ہین عقل کا چراغ لیکر ڈھونڈھین اور ہر چیز پا سکتے ہین۔ سچ ہے جوئندہ یابندہ۔ جو ڈھونڈھے وہ پائے کیون نہ پائے اور ضرور پائے۔ زمین پر بیٹھکر آسمان کی خبر لاتے ہین اُس معبود حقیقی کو بھی تلاش کر لیتے ہین چشم زدن مین اُس تک پہونچ جاتے ہین اور اِس ذوق جستجو مین خود بھی گم ہو جاتے ہین۔ سبحان اللہ ؎

تجھے ہم نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ہائے یہ تلاش بھی کس مزے کی تلاش ہے کہ خود بھی گم ہو جاتے ہین۔ لذت تلاش کم از کم اتنی تو ہو کہ اپنے سر پاؤن کی خبر نہ رہے۔ مدہوش ہو جائے۔ بیخود ہو جائے ہان ہان گم ہو جائے۔ حقیقی تلاش یہی ہے کہ ڈھونڈھنے والے کا بھی نشان نہ رہے پھر جب اُس ذات بے ہمتا کا پا لینا مشکل نہین عجب ممکن نہین تو دنیاوی چیزون کی تلاش کا ذکر ہی کیا

آدمی ذرا ہمت نہ ہارے۔ استقلال سے کام لے کوشش کرے تو کیا ممکن نہیں ہے
ڈھونڈنے والے سمندر کی تہ سے موتی نکال لاتے ہیں۔
نکالتے ہیں۔ جنگل کے چپے چپے سے سفید اور کار آمد جڑی بوٹیاں ... کوئی
جانی بوجھی چیز گم ہو جائے تو کون مشکل۔ خدانخواستہ اگر بنی نوع انسان میں سے کوئی صاحب
مفقود الخبر ہو جائیں اور اپنا سراغ دینا نہ پسند کریں تو آپ فوراً انکا حلیہ کسی پولیس اسٹیشن پر
درج کرا دیں۔ دیکھیے چوتھے روز ہی وہ تشریف لاتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کو یہ
بھی نہیں منظور تو کمر ہمت باندھیے اور جستجو کیجیے۔ دیکھیے ملتے ہیں یا نہیں۔ اگر اس عالم میں
ہیں تو یہاں سے بنی دنیا تک کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔ اور اگر وہ کسی وجہ سے
عالم الارواح کو رحلت کر چکے ہیں تو مجبوری ہے اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعُون پڑھ کر بیٹھ رہیے۔

اِدھر سنیئے سعید میاں کے ابا جان کو کیا خبر وہ تو جانتے تھے کہ بیٹے صاحب
کالج میں ذوق و شوق سے بڑی محنت سے پڑھ رہے ہیں۔ آیندہ کے لیے بڑی
بڑی امیدیں دل میں امنگ پیدا کرتی تھیں مگر قدرت کو اب ان کی نظروں سے
پوشیدہ ہی رہنا چاہیے تھے۔ لڑکے نے اپنا پتہ بھی دینا گوارا کیا کسی کو مطلع نہ کیا جب
کئی روز گذر گئے اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ جدھر سینگ سمائے اُدھر
چل دیئے تو بابو درگا پرشاد نے مجھے اس کی بابت لکھا۔ مولانا کی مفقود الخبری کا حال
معلوم ہو کر مجھے سخت تعجب اور افسوس ہوا۔ میں نے اُن کے باپ کو اس کی اطلاع
دی۔ اُن غریب کو یہ حال معلوم ہونا تھا کہ دیوانے سے ہو گئے۔ اپنا سر پیٹ ڈالا
کپڑے نوچ ڈالے۔ پچھاڑیں کھانے لگے۔ عجیب کیفیت تھی۔ ماں غریب کی حالت
کیا بیان کی جائے۔ غم غلط ہونا کیا معنی۔ تنہائی کا عالم، اکلوتا بیٹا جو یوں
بے پتہ دیئے کہیں چلا گیا ہو اس کا رنج۔ ابھی زندگی تھی۔ دم کیونکر نکلتا ورنہ جو کچھ جان
پر گذرتی تھی۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ آہستہ آہستہ تمام بستی میں اس
بات کا شہرہ ہو گیا۔ ہر کہ و مہ انگشت بدندان تھا کہ ارے یہ کیا۔ یہ
یک بیک تغیر پیدا ہو گیا۔ اگر چلے جانا ہی مقصود تھا تو کم از کم والدین کو مطلع تو
کر دیا ہوتا۔ اصل سبب کسی کو نہیں معلوم۔ یوں سیکڑوں رائے زنیاں ہوتی تھیں
اسمیں کسی کا خیال فراری کی خاص وجہ تک بھی پہنچ جاتا تھا مگر یوں ہی۔ کوئی دلیل

اس کے ثبوت کے لئے موجود نہ تھی۔ بہتوں کا خیال تھا کہ مولا ناکہیں کسی غیرت کی وجہ سے ڈوب تو نہیں مرے مگر یہ اُن کی ہمت و حمیت سے باہر بات تھی اسکے علاوہ خدا کے فضل سے اسمیں اتنا غیرت کا مادہ بھی نہ تھا۔ نہ اُس سے وہ کوئی سروکار رکھنا مناسب سمجھتے تھے اگر بابا غریب ت اُن کی تلاش میں جاتا بھی تو کہاں۔ زمین سخت۔ آسمان دور بالکل مجبور اور گوش برآواز تھا کہ کوئی کچھ پتہ دے اور میں وہیں پہونچوں۔ آخر دعا باب اجابت تک پہونچی مقبول ہوئی۔ والدین کے نام براہ راست تو خط نہ آیا۔ مگر اپنے ایک کلاس فیلو کے پاس لکھنؤ میں بھیجا۔ وہ بھی اگر غرض نہ ہوتی۔ ضرورت سے مجبور نہ ہوتے تو نہ بھیجتے جسکا مفہوم درج ذیل ہے۔

مہربان بندہ تسلیم۔

آپ تعجب میں ہونگے کہ میں یکایک کیوں چلا آیا۔ خیر اسے سرست یون ہی رہنے دیجئے۔ اور میری نسبت جو رائے مناسب سمجھئے قائم کیجئے مگر آپ سے ایک عرض اور امید ہے کہ آپ توجہ فرما کر ممنون فرمائیں گے وہ یہ کہ میرا اسباب بستر ٹرنک کتابیں جیسے بھی ہیں یہ لیل کے پتہ پر بلٹی فرما دیجئے۔ اسوقت میں مجبور ہوں حرج بالکل نہیں۔ ہاں آئیں آپکا جو صرف ہوگا اُس کو دس پندرہ روز میں ادا کر دونگا۔ آپ کو قسم ہے۔ اچھا بتائیے کس کی قسم دلاؤں جو آپ کو بیحد عزیز ہو۔ سکی کہ اس خط کو کسی کو نہ دکھلائیے گا۔ اور بابو درگا پرشاد سے نہ تو کچھ ذکر کیجئے گا نہ اُنکو میرا پتہ بتلائیے گا۔

راقم "سعید"

ہاں قریب پندرہ روز کے بعد یہ خط لکھنؤ میں آیا۔ کس مقام سے الکتاف علیگڈھ سے۔ ان کے کلاس فیلو نے فوراً یہ خط بابو درگا پرشاد کو دکھلایا کیونکہ ان کو بخوبی معلوم تھا کہ غریب والدین ان کی سعادتمندی کی وجہ سے ماہی بے آب کی طرح دو ہفتہ سے تڑپ رہے ہیں بابو جی نے فوراً مجھے پتہ لکھ بھیجا۔ مجھکو جونہی خط ملا اسے لیجا کر انکے باپ کو دکھلایا غریب کو یک گونہ اطمینان ہوا کہ بارے جان کی تو خیر ہے۔ بلا سے زندہ تو ہے۔ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ دوڑ دھوپ کر خرچ کا انتظام کیا کبھی سفر ہی کا اتفاق نہ ہوا تھا انکے لئے یہ مہم ہفت خواں کی چڑھائی سے کم نہ تھی۔ جی کڑا کر کے طبیعت مضبوط کر کے روانہ بھی تو ہو گئے لکھنؤ پہونچے۔ زبانی حال جو کچھ ہو سکا اور دریافت کیا۔ اور

عالمگڈھ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے مین جو تکالیف اور مصائب ایک مسافر کو پیش آسکتے ہین پیش آئے خاصکر اُس شخص کو جو کبھی وطن کے باہر نہ نکلا ہو اور بالکل ناتجربہ کار ہو جون تون اللہ اللہ کرکے پہونچے۔ اُن لوگون سے ملے جن سے پتہ چلنے کی اُمید تھی مگر وہان صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ یہان آئے تھے مگر کچھ انتظام نہ ہو سکا تو چلدیئے اور ایک رئیس زادہ کا نام بتایا گیا کہ شاید اُنسے پتہ چلے۔ اب غریب اُن امیرزادہ کے مکان پر پہونچے۔ معلوم ہوا کہ ہان یہان کئی روز رہے مگر اب وہ ملازم ہو کر یہان سے دور ایک رئیس کے یہان گئے ہین اور ٹھیک پتہ اور مفصل کیفیت آپکو یہان سے چالیس میل پر ایک قصبہ ہے وہان ایک شاہ صاحب ہین اُن سے معلوم ہو گا۔ آدھی دور ریل ہے آدھی دور پیدل جانا پڑیگا۔ اُن کی وساطت سے غالباً وہ ملازم ہوئے ہین۔

قہر درویش برجان درویش۔ غریب پھر ریل کی چھاتی پر سوار ہوئے۔ وہان سے پھر کوئی بیس میل پیدل طے کیے۔ تب گرتے پڑتے سر شام اُس قصبہ مین پہونچے۔ رات کو پڑ رہے۔ درویش کے لنگر خانہ کی نان جوین سے لذت آشنا ہوئے۔ اور بزرگون کے فیض نے طبیعت کچھ ایسی آسودہ اور خوش ہوئی کہ گویا من وسلوا کا مزہ آگیا۔ رات کو یون ہی کچھ عرض کرنے کی نوبت آئی۔ ازدحام بہت تھا۔ زیادہ بات چیت کا موقعہ نہ تھا۔ گردش روزگار کے مطابق رات بھی گذر گئی۔ صبح ہوئی۔ پھر وہی مجمع۔ لوگ جوق جوق زیارت اور قدمبوسی کو آئے۔ دس بجے دن کو مجمع بالکل چھٹ گیا۔ شاہ صاحب نے بلایا۔ پھر استفسار حال کیا۔ غریب نے اپنی کل داستان من وعن رو رو کر کہہ ڈالی۔ کہا بیٹا تمہارا لڑکا میرے پاس آتا جاتا ہے۔ مگر اب وہ ملازم ہو کر کئی روز ہوئے فرار نگر بلا لیا گیا مین خط لکھ دونگا اور تمھین کسی کے ساتھ کر دونگا۔ کل وہان پہونچ جاؤ گے۔ غریب کو تسکین ہوئی۔ پھر رات کٹی۔ صبح روانہ ہوئے۔ شام کو پہونچے۔ یکایک جانا اچھا مناسب نہ خیال کیا۔ رئیس کی کوٹھی کے سامنے ہی کچھ فاصلہ پر ایک مسجد تھی یہ غریب خانہ خدا میں پڑ رہے۔ صبح نماز فجر سے فارغ ہو کر تحقیق حال کو چلے۔ رئیس کی کوٹھی کا پروانہ وار طواف کرتے رہے۔ شاگرد پیشہ سے ملازمین سے بستی سے دھوبی سے۔ وہان کی کیفیت دریافت کی۔ اثنائے گفتگو مین معلوم ہوا کہ چند روز ہوئے ایک لڑکا سبزہ آغاز بچے پڑھانے کو نوکر ہو کر آیا ہے۔

کہین آتا جاتا نہیں۔ کوٹھی ہی مین رہتا ہے۔ صبح شام تفریح کو ضرور جاتا ہے۔ اور اُسی وقت باہر نکلتا ہے۔ یہ غریب تلاش مین رہے۔ دور سے پھاٹک کی طرف نظر جمائے بیٹھے رہتے مگر مولانا نہ اب نکلے نہ جب۔ آخر معلوم ہوا کہ وہ دوسرے دروازے سے نکلکر ٹہلنے گئے تھے۔ اور اتفاق سے اسی طرف سے واپس آئے۔ اب شام کی پھر اُمید بندھی۔ اور اسی سہارے پر غریب نے اس مسجد مین ٹھکر دن کاٹ دیا جس کیفیت سے ایک ایک پل گذرتا تھا باپ ہی کا قلب جانتا تھا۔ شام کو حلیہ تبدیل کر کے یعنی پاجامہ اُتار۔ انگرکھا لپیٹ۔ کل کپڑے بغل مین دبا ایک لنگی باندھ پھاٹک سے دور لکڑی کے لٹھون کی آڑ مین بیٹھ رہے کہ جب یہ ذات شریف تفریح سے پلٹین دو دو باتین ہوں یان یہان عرصہ تک حسیم بہ انتظار و گوش بر آواز رہے۔ آخر وہ مبارک گھڑی جس کا دھڑکتے ہوئے دل سے انتظار تھا آ گئی۔ یعنی سعید میان دور سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ محبت پدری کو جوش ہوا۔ آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ جی تو یہی چاہتا تھا کہ دور سے لپٹ جائین مگر جذبات کو ضبط کیئے بیٹھے رہے۔ آخر مولانا اُسی لکڑی کے ڈھیر کے پاس سے نکلے۔ اندھیرا ہو چکا تھا۔ چراغ جل چکے تھے جسوقت اُس غریب نے عرصے کے بعد اپنے گھر کے چراغ کو دیکھا جھپٹ کر کلائی پر ہاتھ ڈالدیا۔ مولانا کچھ ایسے خوف زدہ اور متحیر ہوئے کہ زبان نے یارائی نہ کی۔ ورنہ چیخ اُٹھنے کی کوشش مین ناکامیاب ہوئے گھبرا کر ٹوٹے پھوٹے الفاظ مین بولے تم ...کو کو ۔ کو...ن ۔ ہو

باپ۔ مین ہون تمھارا باپ۔

اب تو مولانا کے کان کھڑے ہوئے کچھ ہوش مین آئے۔ بدحواس ہو کر پوچھا۔

مولانا۔ تم یہان کیسے پہونچے کس نے بتایا۔

باپ۔ ہم بھی پہونچ گئے۔ اللہ میان نے بتایا۔ جہان تم وہان ہم۔ تم نے اپنی دانست مین تو کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ کہین سُراغ ہی نہ چھوڑا تھا۔ مگر خیر اب اس سے کیا۔ اپنی قسمت کا پھل۔ تمھاری کوئی خطا نہین۔

مولانا۔ خیر میری کلائی تو چھوڑیئے۔ دیکھیئے سب دیکھتے ہین۔ میری آپ نے بڑی سُبکی کی۔

باپ۔ کمائی کیا چھوڑیں۔ بس اب تم چلو۔ بھلی تو تمہاری بڑی ہوئی۔ بھلی تو اُسی روز تمہاری ہوئی تھی جب تم میرے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ جنم لیا تھا۔ بیٹا ہماری محبت کا خوب عوض دیا۔ حق فرزندی خوب ادا کیا۔ ماں غریب کے مارڈالنے میں تو کوئی کسر ہی نہ اٹھا رکھی۔ وہ غریب گھر کی بیٹھنے والی گھٹ گھٹ کر مر نہ گئی۔ یہی غنیمت ہے صرف اس آس میں کہ اب حال معلوم ہوا۔ اب خبر آئی۔ ستاماش سپوت ہو سپوت۔

مولانا۔ ہاتھ چھوڑیئے۔ میں اب بھاگ کہاں جاؤں گا۔

باپ۔ تمہارا کون ٹھکانا۔ کہیں اور چل دوگے پھر میں کیا کروں گا۔ اب کی تو خدا جانے کہاں نکل جاؤ۔ سنتا ہوں بہت آدمی نئی دنیا میں چلے جاتے ہیں۔ پھر تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ نا بھائی نا۔ میں تم کو اب ہرگز نہ چھوڑونگا۔

مولانا۔ خدا قسم۔ میں اب کہیں نہ جاؤں گا۔ ہاتھ چھوڑیئے تو۔ نواب صاحب سے دو چار روز کے لیے کہہ دیا جائے۔ آج رہیئے۔ کل چلوں گا۔ اجازت لے لینا ضروری ہے اطلاع دینا اپنا فرض ہے۔

باپ۔ تو کیا پھر یہاں آؤگے۔ میں کہاں تک دوڑونگا۔ جیسر میں بے حیا اگر زندہ بھی رہا تو تمہاری ماں تو اب کی جیتی نہ بچے گی۔ تم چل کے گھر ہی میں رہو۔ روکھی سوکھی جو اللہ دے کھاؤ اور قناعت کرو۔

مولانا۔ اگر اس شرط سے آپ لے چلنے والے ہیں۔ تو معاف کیجئے گنہگار کو بخشئے میں یہاں ملازم ہو چکا۔ زبان دے چکا۔ کوئی شرافت کا تقاضا ہے۔ کوئی انسانیت ہے کہ آج ایک لغزش کرکے ہوئے ہوا اور میں ان کو جواب دے کر چلدوں۔ کاش آپ ان باتوں کے سمجھنے کی سمجھ ہوتی۔

باپ شرافت اور انسانیت کا تقاضا تو تم خوب سمجھتے ہو۔ یہ کیا شرافت اور انسانیت نہیں کہ ہم لوگوں کو مار کر یہاں چلے آئے تھے۔ اور اگر ماسٹر صاحب پتہ نہ لکھتے تو ہم دونوں یوں ہی تڑپ تڑپ کر ایک روز مر جاتے۔ شرافت اور انسانیت جیسی تم سمجھتے ہو آجتک کوئی نہ سمجھا اور تیرے آگے بیٹا میری سمجھ ہی کیا۔ میں جاہل نہ پڑھا لکھا۔ میں جنگلی ہوش تو بھلامانس سہاں اتنا ضرور ہے کہ اگر یہ واقعہ نواب صاحب

معلوم ہو تو تجھے اور بیتری سمجھ پر لعنت کریں اور اگر اولاد کا ذرا بھی درد اُن کے دل میں ہوگا اور ہوگا کیوں نہیں۔ اللہ نے اُن کو بھی یہ نعمت دے رکھی ہے تو میری حالت زار پر دو آنسو بہائیں گے اور ہمدردی کرینگے۔ تجھکو ضرور اجازت دیدیں گے۔

غرضکہ مولانا طوعاً و کرہاً اُن کو کوٹھی پر کپڑے پہنا کر لائے۔ رئیس کو اپنے باپ کے بلائے بے درمان کی طرح نازل ہونے کی اطلاع دی۔ خیر رات تو گذری۔ صبح رئیس نے اُس غریب کی کل داستان غم سنی۔ اور کہا کہ اگر آپ کچھ روز اپنے لڑکے کو رہنے دیں تو اچھا ہے کیونکہ ابھی یہ چلے ہی آتے ہیں۔ بعد ایک ماہ گھر ہو آئیں گے۔ باپ غریب نے کہا کہ ہاں میں تو دیکھے جاتا ہوں مگر اسکی ماں بہت بیچین ہونگی۔ یہ دو چار روز کے لیئے چلے چلیں۔ بعد کو پھر چلیں آئیں گے۔ اس بات کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں فوراً بھیجدونگا۔ دوسرے روز تیاری ہوئی۔ باپ غریب اپنے یوسف گم گشتہ کو ساتھ لے کر وطن کی طرف چلا۔ گویا مصر سے کنعان کو مراجعت کی۔ راستے میں بہت کچھ سمجھاتا رہا۔ خدا خدا کر کے گھر پہونچے۔ ماں غریب اپنے یوسف گم گشتہ کو پا کر جی اُٹھی۔ چھاتی سے لگایا۔ بلائیں لیں۔ اُلفت سے بھری ہوئی باتیں کیں۔ اپنی ممتا کا ذکر کیا محبت آمیز شکوہ کیا۔ مولانا سر جھکائے ہوئے ہاں کیا کیئے۔ اسکے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔ دو چار روز رہے حسب وعدہ باپ نے اجازت دی اور یہ کچھ سوچتے ہوئے پھر روانہ ہوگئے۔

قرار بگر پھر پہونچے۔ اپنے بخیریت پہونچ جانے کی اطلاع دی۔ خط بھی اب کی برابر آتے رہے۔ دو ایک مہینے گذرے باپ نے لکھا کہ دو ایک روز کے لیئے ہو جاؤ پھر چلے جانا۔ تمھاری والدہ کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ تمھیں دیکھنے کو کہتی ہیں۔ کئی بار لکھا مگر جواب میں آنے نہ آنے کا کچھ ذکر ہی نہ تھا۔ آخر غریب تھک کر بیٹھ رہے۔ سوچے یہی کیا کم ہے جو بلبد اقبال خیریت لکھ بھیجتے ہیں۔ صبر اور شکر کیا۔ ہاں کچھ خیال آیا یا ضرورت پڑی تو مولانا کو اپنے سرٹیفکٹ کو اسکول سے منگا لینے کی سوجھی۔ کامیاب لڑکوں کے سرٹیفکٹ عرصہ ہوا آ چکے تھے۔ سب اپنا اپنا لے گئے تھے مولانا کی سند رکھی تھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو خط لکھا۔ ٹکٹ بھیجے۔ کہ بذریعہ رجسٹری میرا سرٹیفکٹ روانہ فرما دیجئے۔ آپ کو جب معلوم ہوا ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس دوڑے گئے۔ اور لیتن بھی جب تک اپنی سرگذشت

اور اُن کی سعادت مندی کی داستان سنانے جایا کرتے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو بھی ایک دلی تعلق تھا۔ حالانکہ اُن غریب کی حالت زار دیکھکر بے چین ہو جاتے تھے ۔؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

اُن کے والد نے عرض کی کہ آپ براہ کرم سرٹیفکٹ اسکو بھیجدیں اور لکھدیں کہ تم خود آکر لے جاؤ۔ شاید اسی بہانے سے چلا آئے۔ اُنھوں نے اُنکی حالت پر ترس کھاکر یہی لکھدیا۔ مولانا نے پھر مانگا۔ جب دو ایک مرتبہ لکھنے سے سند نہ گئی تو اُس نے اپنے استاد کو بھی اُن الفاظ سے مخاطب کیا کہ کسی نالائق سے نالائق شاگرد سے بھی ایسی سعادتمندی کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور مولانا نے بھی ٹھیک سوچا کہ اُستاد بھی بمرتبہ والد بلکہ اس سے بھی بڑھکر ہی ہوتا ہے۔ آخر یہ میری سعادتمندی کا رنگ دیکھنے سے کیوں محروم رہیں۔ مولانا کی آخر ایک تحریر پھر انگریزی میں آئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ میں نہیں سمجھتا آپ کس وجہ سے میرا سرٹیفکٹ روکے ہوئے ہیں۔ گو کہ میں آپ کو مکرر سہ کرر لکھ چکا ہوں آپ کو کون حق کون مجاز ہے۔ کیا آپ اس کے منتظر ہیں کہ میں عدالت سے چارہ جوئی کر کے آپ سے اُسے حاصل کروں۔ اگر اب کی آپ نے نہ بھیجا تو آپ یقین کر لیجیے کہ میں اس طریقے کے اختیار کرنے سے بھی دریغ نہ کروں گا۔ لہذا بہتر ہوگا کہ آپ اسے روانہ کر دیں۔ ماسٹر صاحب کو اس خط کو پڑھکر جو صدمہ ہوا اس کو ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ان کی سعادتمندی اور لیاقت کے قائل ہو گئے۔ ان کے باپ سے کہا میں مجبور ہوں۔ اب بھیجے دیتا ہوں جو کچھ سن چکا ہوں یہی غنیمت ہے۔ میرا کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا صرف تمھاری حالت کا لحاظ کر کے مان گیا تھا۔ مگر اب مجبور ہوں۔ وہ اس سے بھی زیادہ برا بھلا لکھ بیٹھے کیا عجب ہے۔ اور اُس سے سب کچھ ممکن ہے۔ ہاں سرٹیفکٹ گیا۔ اور ساتھ ہی اُس کے گھر آنے کی جو اُمید ایک تھی وہ بھی گئی۔

کچھ دن تو یوں ہی کٹے۔ آخر باپ غریب نے پھر ہمت باندھی۔ پھر

دوڑ دھوپ کر انتظام کیا۔ پھر دشت غربت کی خاک بیزی کی نوبت آئی سیکڑوں مصیبتوں اور ہزاروں آفتوں کا سامنا کر کے فرار نگر پہونچا۔ دیکھا تو نور چشم موجود ہیں۔ شکوہ شکایت کیا کرتے۔ بہت غم گار رونا گیا۔ دو ایک باتیں کہیں جن کا جواب بھی بلند اقبال نے کچھ چھوٹے منھ سے نہ دیا۔ ع

داستاں درد دل سنکر وہ کچھ بولے نہیں
ہو گئی ان کی خموشی سارے دفتر کا جواب
باسط

تک جھک کر بیٹھ رہے۔ رات کو بہت منت سماجت کی کہ گھر چلو۔ اپنی والدہ کو دیکھ آؤ۔ ان کی زندگی کا دن ٹھکانا ہے۔ اگر تم ایسے ہی چرکے لگاتے رہے تو انکی ہستی جلد ٹھکانے لگا دو گے۔ یہیں بیٹھے بیٹھے اول منزل پہونچا دو گے۔ اپنے حق سے ادا ہو جاؤ گے۔ فرض سعادتمندی سے سبکدوش ہو جاؤ گے۔ خیر بہت کہنے سننے سے راضی ہوئے۔ دو ایک روز رہکر باپ غریب اُن کو ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ خیریت خوشی گھر آیا۔ ماں نے خلاف اُمید اُن کو پھر دیکھا۔ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ مانگی مراد ملی۔ آہ سحری نے اپنا اثر دکھایا۔

ساتواں باب

شادی خانہ بربادی

کہنے کو کہئے کہ یہ شادی ہوئی
درحقیقت خانہ بربادی ہوئی
باسط

شادی کے لغوی معنی خوشی کے ہیں۔ مگر ہماری یہاں صرف یہ مراد نہیں بلکہ اس شادی سے جو میاں بیوی کے قسمتوں کے وابستہ ہونے سے ہوتی ہے۔ ہاں تو کسی امیر کی شادی ہو یا کسی غریب کی کسی شاہ کی ہو یا کسی گدا کی۔ اگر خیال کیا جائے تو مقصد اصلی کے لحاظ سے سب کی شادی برابر

ہین۔ جو اختیار ایک امیر کو اپنی بیوی پر حاصل ہوتا ہے وہی ایک غریب کو۔ جو حقوق ایک بڑے گھرانے کی لڑکی کے خاوند پر قائم ہو جاتے ہین وہی ایک غریب گھرانہ کی لڑکی کے بھی۔ بس اصل غرض اور تمام باتون کا خلاصہ یہی ہے۔ یہ کوئی بات نہین کہ اگر شادی دھوم دھام سے نہ ہو۔ دونون طرف سے اچھی طرح دیا لیا نہ جائے تو کچھ نہین۔

محفل کا ساز و سامان معقول نہو تو وہ شادی نہین۔ جبتک گوہر جان۔ جانکی بائی اُدھا بگن۔ چھوٹی جدّن اپنی پاٹ دار آواز سے سامعین کو نہ ہلا دین۔ اور اپنے حسن تقویٰ شکن سے بڑے بڑون کی نیتین نہ ڈولادین تب تک کچھ نہین۔ جب تک بھانڈون کے ڈیرے محفل مین اُدھم نہ مچائین۔ بیسود ہے۔ جب تک زبانی آتشبازی کے علاوہ سچ مچ آتشبازی نہ چھوٹے۔ دنادن اور شرزرزا کی آواز نہ آئے ہیچ ہے۔ یعنی گھر پھونک تماشہ نہ دیکھین تو کچھ نہین۔ روشنی کی بدولت جب تک لاکھون پر بتی نہ پڑجائے تو سب خاک ہے۔

جب تک لنگوٹی مین پھاگ نہ کھیلی جائے تو کچھ مزہ نہین۔ یہ سب کچھ ہو یا نہو۔ شادی کے لیئے صرف ایجاب و قبول قاضی جی کی ذات بابرکات۔ وکیل و شاہد کا ہونا ضرور ہے اور بس۔

مولانا کے آنے کے قبل ہی سے ادھر کچھ تجویز اُن کی شادی کر دیئے جانے کی تھی۔ خیال تھا کہ جب بیڑیان پڑجائینگی تو بھاگنے کی عادت چھوٹ جائیگی اہل محلہ۔ اعزا و اقارب۔ دوست احباب سب کی یہی صلاح ٹھہری۔ مولانا سے دریافت کیا گیا کہ مسئلہ ازدواج کے خلاف تو نہین۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اس امر کو شرعاً اور عقلاً انسب سمجھتے ہین تو اُن سے یہ بات بھی پوچھی گئی کہ تم ایک سے دو ہو جانا چاہتے ہو یا نہین۔ تاہل کی زندگی پسند کرتے ہو یا نہین فرمایا کہ مجھے کوئی عذر نہین ہے۔ والدین کو جب ان کی پسندیدگی کا حال معلوم ہو گیا تو تیاریان ہونے لگین۔ اور تیاریان کیا بہت عجلت کی گئی بس جھٹ منگنی اور پٹ بیاہ والا معاملہ ہوا۔ دو ہی چار روز مین منگنی ہو گئی۔ اور تاریخ بھی ٹھیک ہو گئی۔ عقد کا دن مقرر ہو گیا۔ نویدہ بھی سب کو پہونچ گئی۔

شام کو ہم بھی خراماں خراماں ان کے گھر پہونچے - اول وقت پہونچنے کا شرف ہم کو
نہ حاصل ہوا - کیونکہ ایسی دلچسپی کے موقعوں پر ہم سے زیادہ حصّہ لینے والے قبل ہی سے
ڈٹے تھے - خیر مین بھی پہونچ گیا - ایک اونچے چبوترے پر فرش بچھا ہوا تھا شامیانہ
کے بجائے املی کے درخت کا سایہ تھا - پورب طرف گاؤ تکئے سے مولانا پچھم
رخ بیٹھے تھے - رنگ تو ضرور دس پانچ روز کی مائی کی مالش سے کچھ نکھر گیا تھا
مگر اسوقت کی وضع عجیب مضحکہ خیز تھی - سینکیا کا ایک غرارہ دار پاجامہ ان
بھگائے جانے والی ٹانگوں مین جس مین کلائی کا ازار بند - کرتہ - اس پر جامہ
نیمہ جس کے پھیٹ کی پیمایش ناممکن - گھیر تھا کہ قسمت کا پھیر - بندون سے
ان کے جسم پر اٹکا ہوا - سر پر پگیا مقنا سہرا - یہ تمام طومار اندھیاری کی طرح
آنکھون کے سامنے - ہاتھ مین ایک رومال جسکو غریب ضرورت موقعہ اور موافق رسم
منھ مین لگائے - لگائے کیون - بلا مبالغہ آدھے سے زائد کریب قریب منھ مین
ٹھونسے ہوئے - پھر بھی مارے ہنسی کے باچھین کھلی جاتی تھین - اور رونے کا
موقعہ ہی کون تھا - شادی تو تھی ہی - ہم بھی گاؤ تکئے کے برابر جا کر بیٹھے - اور جتنی
پھبتیاں ہو سکین مولانا کی اس ہیئت کذائی پر کسین - غریب پہلو بدل بدل کر رہ گیا -
ناچ رنگ کا تو ذکر ہی کیا تھا اور اس شادی بھر مین ایک یہی اچھی بات ہوئی -
قریب دس بجے برات روانہ ہوئی - ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین جانا کون مشکل
تھا بستی ہی کا معاملہ - بری تو گھر سے روانہ ہو گئی تھی سسرال والے جوڑا
بھی یہین پہنا گئے تھے - ہاں تو اب برات روانہ ہوئی - تمام لوگ پیدل -
"میان پوت" ایک میلا سی گھوڑے پر گٹھری کی طرح بیٹھے ہوئے -
گھوڑے کی ٹانگین چلنے مین ضرب کی علامت بناتی تھین - محلے کے چیان ریز
لونڈے فلیتے اور پنجتاسے روشنی کے لیئے ہاتھون مین لیئے ہوئے - یہ ہیولا گاؤ ساتھ
گھوم گھام کر آدھ گھنٹہ مین لڑکی کے گھر پہونچ گیا - دروازے کا جا رہا ہوا -
آدمیون کے اژدہام سے اُس مردہ گھوڑی کو بھی حرارت پہونچی - کچھ ایسی
پھریری لی - کہ میان پوت غریب بغیر کسی قسم کی رکاوٹ کے اُلٹے ٹنا ملوٹ کی طرح
زمین پر آ رہے مگر بہت سہولیت سے کیونکہ ایک تو گھوڑی نیچی تھی دوسرے اسنے

جنبش بھی زیادہ نہ کی۔ ادھر اُسے ذرا سا بدن جھٹکا ادھر تنگ ٹوٹا۔ بس مولانا معہ چارجامہ اطمینان سے گر پڑے۔ نیچے آپ اوپر چارجامہ۔ دیکھے گئے تو ہاتھ پاؤں سب ثابت۔ تمام اعضا سہارے گئے تو شمار میں پورے۔ خدانخواستہ اگر سواری کہیں اچھی ہوتی۔ تو غریب بڈھے سے قابل ہو جاتے۔ پھر بھی مولانا روتے ہوئے اُٹھے۔ خاک جھاڑی لی۔ اندرونی چوٹ کا ڈر اُن کا کلیجہ دہلائے دیتا تھا۔ گاؤں کے آگے لا کر ٹہلنے لگے۔ کچھ دیر حقہ پان کا دور رہا۔ نکاح کی بہت جلدی کی گئی۔ غل مچاتے مچاتے بارہ بجے کی نوبت آئی۔ قاضی وکیل۔ شاہد سب آموجود ہوئے۔ آمنت باللہ کی آواز آئی۔ اور بالآخر ہمارے مولانا نے تین بار "ہاں قبول ہے" کا نعرہ لگایا۔ مگر حسب عادت گردن کو جھٹکا دے کر "ہاں قبول ہے"۔ ابھی ہو ہی رہا تھا کہ لوگوں نے شکر اور چھوہاروں پر دست شفقت دراز کیا۔ بڑی چھینا جھپٹی۔ گتھم گتھا رہی۔ مولانا نے اُٹھ کر بصد ادب سب کو سلام کیا۔ یہ کیوں۔ یوں کہ ایک عدد بیوی مل گئی تھی۔ ہم تو بھائی بعد از نکاح واپس آئے۔ اور آرام سے اپنے گھر آ کر پلنگ پر لمبی تانی۔ وہاں کون صبح تک فرش پر مرتا۔ پھر بعد سب۔ بلا وجہ حق ناحق۔ نہ پتریا نہ رنڈی۔ نہ اندر سبھا نہ جیند اولی۔ نہ ناچ نہ گانا۔ نہ طبلہ نہ سارنگی۔ نہ دھن تا۔ نہ رونق۔ دن صبح رخصتی کے وقت پھر معہ احباب کی ٹکڑی کے جا پہنچے۔ بس بجے دن کو مولانا معہ ایک عدد بیوی گھر واپس آئے۔ ہم بھی چلے آئے۔ دوسرے روز معلوم ہوا کہ شام کو مولانا روانہ ہو گئے۔ نوکری پر چلے گئے۔ ملازمت کا سودا پھر کھینچ لے گیا واللہ اعلم میاں بیوی میں اس عرصہ میں نبٹی کیسی۔ یعنی ؎

حجاب نو عروساں در بر شوہر ہمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کا حال نہ معلوم ہوا۔ مطلب نہ کھلا۔ اور مطلب کیا کھلتا وہاں تو ترتیب دیگر کی مولانا نے نوبت ہی نہ آنے دی بلکہ آہستہ آہستہ یہ شعر پڑھتے ہوئے چل دیئے ؎

دراین منزل مسافر بے نوا اکثر ہمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

اس کا علم ہمیں ہیں اور نہ اور کسی ذریعہ سے معلوم ہوا۔ سنی سنائی باتوں کو اینجانب یقین کا درجہ نہیں عطا فرماتے ہیں۔ یوں تو جتنے منہ اُتنی باتیں:۔

آٹھواں باب

مولانا پھر بھاگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی
پھر وہی پاؤں وہی خار بیابان ہوں گے

اسمیں شک ہیں کہ ہر چیز اپنا ایک خاص وقت رکھتی ہے فطرت استعمال کیجئے قانون قدرت کا تقاضا کیجئے۔ سردی جاڑے میں اچھی معلوم ہوتی ہے گرمی گرمیوں میں بے وقت بے فصل وہ بات کہاں۔ انسان نے فطری مناسبت کا خیال کرکے خود بھی قانون وضع کر لیئے ہیں علم موسیقی کو لیجئے۔ اگر راگ راگنی کے اوقات کا خیال نہ کیجئے تو کیا کوئی لطف پیدا ہو سکتا ہے۔ سننے والے کے دل پر اثر پڑ سکتا ہے۔ یہ کہ بہینا بارہ بجے رات کو بھیرویں اور آٹھ دس بجے دن کو اگر دیپک اور تیام کلیان کچھ لطف دے سکتے ہیں تو آپ براہ کرم اپنے کو اسی وقت سے انسانوں کے زمرہ سے خارج تصور فرمائیے کیونکہ انسان سے اگر حسن ادراک اور احساس کا یہ حال ہو جائے تو پھر اُسے کیونکر انسان کہا جا سکتا ہے۔ بے وقت کی شہنائی کہیں بھلی معلوم ہوتی ہے۔ کوئل کی کوک پپیہے کی صدا مور کی آواز کچھ برسات ہی میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جب ہی تو تیر بنکر کلیجے میں اُتر جاتی ہے۔ سننے والا تڑپ جاتا ہے اور یہ پرند غریب کیا کر سکتے ہیں فطرت انھیں مجبور کرتی ہے۔ یوں ہی فصل گل سے جہان اور

دنیا کی بہت سی چیزون کو مناسبت ہے۔ موسم بہار سے جہان اور بہت سی باتین لازم ملزوم کا رشتہ رکھتی ہین وہان جنون بھی ہے۔ اسکا جوش نئے سر سے ہوتا ہی۔ اور دیوانہ رنگ لاتا ہے۔ اور اسی فصل کے جنون مین لطف بھی ہی اور اصل مجنون وہی ہے جو اس فصل مین زور باندھے یون تو دنیا مین سیکڑون دیوانے ہین ایک سے ایک بڑھکر مگر ایسے مجنون کا رتبہ ہی کچھ اور ہے۔ جب یہ بات ہے تو عجیب مولانا کا سودائی مادہ آب و ہوا کے اثر سے کیون ہیجان مین نہ ہوتا۔ یہ بھی کوئی بات تھی۔ اس مرتبہ مولانا کے بھاگنے سے بہتون کو لطف آیا کیونکہ یہ وقت اور فصل سے تھا۔ اول تو مولانا وطن سے گئے اور خوب گئے۔ حیرت تو یہ تھی کہ اتنی جلدی کس بات کی تھی۔ خیر گئے۔ بہرحال گئے۔ گورنمنٹ کی خیر منائین جس کے حسن انتظام سے سفر اسقدر آسان ہو گیا ہے۔ ایسی ایسی سہولتین پیدا ہو گئین نہ چور کا کھٹکا۔ نہ راہزن کا خوف۔ نہ ڈاکوؤن کا ڈر۔ دن ہو یا رات ہو برابر چلے چلے جا رہے ہین۔ اور پھر پیدل بھی نہین۔ پیسہ پاس ہو چاہے جس ریل کی چھاتی پر سوار ہو بیٹھیے۔ انجن بیچارہ دم ہلانے کا نہین۔ جہان کا ٹکٹ وہین پہونچا ئیگا۔ کیا مجال جو راستہ مین ڈال بھاگے۔ اگر خدانخواستہ آپ سو جائین یعنی خواب خرگوش مین ہو جائین اور منزل مقصود سے بھی آگے پہونچ جائین۔ تب بھی آپ سے کچھ نہ بولیگا ہان اس خواب راحت کی تھوڑی سی قیمت ضرور ادا کرنا پڑے گی۔ پھر ٹرین مین آندھی آئے۔ پانی برسے۔ آپ ہر طرح محفوظ۔ پاخانہ آپ کیلیے موجود۔ پیشاب شوق سے کیجیے۔ اور وقت کی کوئی قید نہین۔ اسٹیشن پر ہر قسم کی چیز مہیا۔ میوہ مٹھائی۔ کھٹائی سگرٹ۔ پان۔ پوری۔ پراٹھے۔ شیرمال کباب۔ انجیرہ وغیرہ بچون کے لیے جھنجھنے بھونپے خرید دیجیے۔ بی بی کی خوشی کے لیئے سودا سلف بیٹھے ہی بیٹھے لیجیے۔ اگر ریل جلدی تو آپ کو دام دینے سے بھی کوئی مطلب نہین۔ اور غریب بیچنے والے کو پلیٹ فارم پر پیچھے بھاگتا ہوا چھوڑ جائیے۔ ہان تو میان پوت بھی گورنمنٹ اور کمپنیون کو نام بنام دعائین دیتے ہوئے فرار نگر پہونچ گئے۔ دوسرے روز فرصت مین اپنی رسید بھیجی والدین کو اطمینان ہوا۔ مہینہ دو مہینہ برابر خط آتے رہے۔ اسکے بعد دیری سے کام لینے لگے۔ تھوڑے دن تک یہ کیفیت رہی بعد اسکے یہ بھی ندارد۔ بالکل مفقود ہو کر رہ گئے۔ رحیم و کریم خط پر خط لکھے گئے۔ چٹھی پر چٹھی۔ پرزے پہ پرزہ۔ پوسٹ کارڈ پر پوسٹ کارڈ۔ لفافہ پر لفافہ

بیرنگ پر بیرنگ۔ مگر کوئی سانس نہ ڈکار۔
ادھر بیٹے مولانا وہان سے کچھ ایسے گھبرائے۔ کہ ایک روز فرازنگر کو بھی خیرباد لما اندروچیلکھنڈ مین جانکلے ؎

ایک جا رہتے نہین عاشق بدنام کہین
دن کہین رات کہین صبح کہین شام کہین

کسی کے یہان پڑھانے پر نوکر ہو گئے۔ دن بھر لونڈون کو رٹانا اور رات کو کسی کی یاد مین تارے گننا۔ ہفتون اس بندۂ خدا کی یہی گت رہی۔ بس دل کجھانے طبیعت بہلانے کی صرف ایک یہی ترکیب تھی کہ عشقیہ اشعار جب تک جاگتے گایا کرتے اور اگر کہین رات کے کسی وقت مین آنکھ لگ جاتی تو خواب مین بھی اُسی فتنۂ دوران کی صورت نظر آتی۔ دیکھئے نا ابھی غریب کی آنکھ جھپکی تھی کہ یکایک چونک پڑے۔ پہلے کچھ آہستہ آہستہ گنگنائے آخر بیساختہ رو رو کر گانے لگے۔ ہائے غزل کیا دلی خدا کا ہو بہو نقشہ ہے۔

مولانا۔ ؎

رہا ہے سینہ مین ظالم ترا تیر نظر برسون
رہے ہم مبتلائے درد دل درد جگر برسون

راوی۔ درحقیقت بہت دن رہا۔ اگر آپ کے پاس کہین تاریخ درج ہو تو ملاحظہ فرمایئے مگر پھر بھی ابھی زمانہ ہی کیا ہوا اور پھر یہ درد کہین جانیکا ہے۔ یہ روگ آپکی جان کے ساتھ ہے پھنسے پڑے ہین ماشاء اللہ خیر کرے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

مولانا یہ عاشقی ہے خالہ جی کا گھر نہین ہے۔ کڑیان جھیلئے کڑیان۔ جب جلکے شاید مقصود کا دامن ہاتھ آئیگا۔ نہین تو نامرادی کا سامنا رکھا ہی ہے یاس اور ناکامی سے ہم آغوش ہوجیے چین کی بنسی بجائے اور مگن رہیے۔

مولانا۔ ؎

جنون نے ساتھ چھوڑا میر البستی مین بہ جنگل مین
رہا ہے گھر مین ویرانہ تو ویرانے مین گھر برسون

راوی - بالکل ٹھیک - بجا - درست - یہ جنون اب آپکا نہین ساتھ چھوڑنے کا ہے ان جنون بھی ہر کم از کم آپ جیسا ہو - یہ جنون اسی کو کہتے ہین اور ویرانہ کی کیا کہنا یہ تو حضور کے قدموں سے لگا ہے - جہان آپ وہان ویرانہ - واہ رے شیر میدان صاف کرنا اسی کو کہتے ہین -

مولانا ؎

بجھائے سے کہین دل کی لگی کمبخت بجھتی ہے
بجھایا آتش اُلفت کو تو نے چشم تر برسون

راوی - نہین بجھتی ہے - در اصل نہین بجھتی ہے - دیکھئے نا شام سے آپ بجھا رہے ہین مگر کیا کچھ نہین سیل اشک ہی کہ جاری ہے مگر دل کا تنور جون کا تون گرم ہے - ہائے یہ عشق کی آگ - کمبخت بُری طرح لگتی ہے دیکھئے ایک ہندوستانی فلاسفر کیا سچ کہہ گیا ہے ؎

عشق پر زور نہین ہی یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

مولانا ؎ سمایا جب سے تیری زلف کا سودا مرے سر مین
رہی آوارگی برسوں پھرا شوریدہ سر برسون

راوی - یہ کس کی زلف کا سودا - خیر یہ بتائیے - آوارگی اور شوریدہ سری صاف ثابت ہے کہان للکھنؤ کہان فرار مگر کہان رہ ہیلکھنڈ - اور ابھی تک پاؤن کا سیچر اترا نہین اللہ خیر کرے -

مولانا ؎

پریشان دل ہی مین حیران ہون غمخوار مضطر ہین
شب غم کی نہوگی یا خدا شاید سحر برسون

راوی - اب سحر ہونا معلوم - یہ شب غم ہی - سحر کا انتظار کرتے کرتے بھور ہو جائیگی اور سحر دیکھنا تو اب آپ کے مقدر ہی مین نہین - پچھلے پہر آپکے لیئے نین سکھ آئیگا

اور صبح ہوتے لپیٹ کر آپ رکھ دیئے جاوین گے ۔

مولانا ۔

تڑپ کر مدتون کاٹے ہین ہم نے دن جدائی مین
نہین ہم نے لگائی آنکھ اک دل رات بھر سوون

راوی - دراصل ایک مرتبہ آنکھ لگا کر پھر آنکھ نہ لگائی ۔

مولانا ۔

نشان پایا نہ ہم نے آجتک اُس رشک لیلا کا
بہت کی دشت پیمائی پھرے ہم دربدر برسون

راوی - یہ کیا بھول دے گئی ۔ سُراغ تک نہ چھوڑا - تھانہ مین رپورٹ کرائیے - حلیہ لکھوائیے اگر پرستان مین بھی پہونچ گئی ہو تو ایک بج وارنٹ مین بھیج سکیئے - دربدر پھرنا بے سود - سراسر حماقت اور وہ بھی درایتی ہین - حلقی

دنیا تم کو کہتا ہے مسیحا ہین مسیحا ہین
مریض عشق کی پھر کیون نہین لیتے خبر برسون

راوی آپ اپنے دیکھئے - پھر ڈپٹ کر پوچھیئے گا - بھی خوب - یہی کسی کی بات کا جواب نہ دینا مسیحا ہین اور آپکا علاج نہ کرین - جان بوجھکر ستیا نین معقول - خوب -

مولانا ۔

اُٹھائے سے ہین جو رپر تاک ہرگز نہ بھولین گے
رہا پہلو مین لے باسط کوئی رشک قمر برسون

راوی مولانا حد اس کا ذکر نہ کرتے - اگر ایسا نہ ہوتا تو تم بھاگتے ہی کیون - تمھارا اعمال تمھاری داستان غم سنکر کلیجا پھٹا جاتا ہے - کاش تم مرجاتے اور اپنی کیفیت سنا کر دوسرون کو نہ رولاتے - اس عارضی عیش کے لیئے ماں باپ کو کڑھایا - اور پھر کچھ نہین اللہ تم کو اسکا اجر خیر دے

یون ہی کچھ دن رو رو کر گئے - آخر دو ایک ماہ بعد پھر جنون کو جوش ہوا سکون اضطراب سے

بدلا۔ اور وہاں سے بھاگ کر ایک دوسرے ضلع مین جا نکلے۔ خدا جانے کس کی وساطت سے وہاں پہونچے اور اس آوارہ گردی مین کیونکر گذری۔ آخر اللہ تعالےٰ نے ذرائع پیدا کیئے۔ کسی کی معرفت ایک انگریز کے بنگلے تک پہونچے۔ عرضی ہاتھ مین تھی۔ اپنی پریشان حالی کی کُل کیفیت رو رو کر بیان کی۔ بہت خوشامد کی بصورت سین حاکم میرس،، کا مفہوم سمجھایا۔ نہر کے دفتر مین جگہ ملی۔ پندرہ روپئے کا سہارا ہوا خدا کا شکر

نوان باب ۹

مجبوری اور خانگی جھگڑون کا بکھیڑا

تھے نہ واقف سعئی بد انجام سے
مدتون پیچھے رہے ہم دام سے

جب انسان مجبور ہو جاتا ہے تو تمام وہ باتین کرنے پر تیار ہو جاتا ہے جو اسے ناگوار گذرتی ہین۔ سچ ہے مجبوری سب کچھ کرا لیتی ہے۔ بچہ کڑوی دوا پینے سے انکار کرتا ہے روتا ہے مچلتا ہے۔ زمین پر لوٹتا ہے۔ گھنٹہ دو گھنٹہ یہ حالت رہتی ہے آخر مجبور ہو کر منھ پھیلا دیتا ہے۔ اپنی جان عزیز ہوتی ہے۔ مگر جب انسان بہت مجبور ہوتا ہے۔ تو انھین ہاتھون سے جن سے کبھی محافظت کیا کرتا تھا اپنا گلا کاٹ ڈالتا ہی۔ بڑے بڑے سورما بڑے بڑے بہادر۔ بڑے بڑے سپاہی۔ بڑے بڑے نبرد آزما جو میدان جنگ سے منھ پھیرنا اپنی ذلت سمجھتے ہین۔ جو پیچھے قدم ہٹانے سے مرجانا بہتر تصور کرتے ہین بعض وقت مجبور ہو کر غنیم کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہین اور تمام ذلتین گوارا کر لیتے ہین۔ مان اپنی ماستا کو بھول کر بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر اپنے بچے کو بھون کر کھا جاتی ہے۔ الامان۔ الامان مجبوری اُف ری مجبوری یہ سب تیرے کرشمے ہین۔

خیر ہمارے مولانا کو ملازم ہوئے رفتہ رفتہ ایک سال ہو گیا مگر خط بھیجنا کیا معنی ہمیشہ یہ پہلو بچاتے رہے کہ وطن تک میری خبر نہ پہونچے۔ غریب والدین کی خدمت اوّل ہی اوّل بہت کچھ کر چکے تھے۔ اب رمقے جان جو باقی تھی اسکے نکال لینے کی

سعی بلیغ فرمائی - اور ایک لیاقت جو آپ نے کی وہ ان سب پر مستزاد - ماں باپ کو تڑپانے کے علاوہ ایک اور جان کو کلپانے کا موقعہ ہاتھ آیا یعنی غالباً الٰہی بیڑیون کی بھی پابندی سے یک گونہ آزاد تھے - کیون نہ ہو - ظالم کو اگر یہی کرنا تھا تو شادی کرنے کی کون سی ضرورت تھی - ماں باپ کی مرضی کے موافق اور کون تمام باتین ہوتی تھین - جو اس سے انکار کرتے شرم آتی تھی - ارے تعلیم یافتہ ہو کر اسے یہ نہ سمجھ آئی کہ یہ کونسی عقلمندی ہے کہ ایک غریب شریف زادی کی زندگی وبال کر دون - اس کے ماں باپ بھائی کو آفت مین مبتلا کر دون - دیکھئے اس خیال مین بھی وہی بیوقوفی کا عنصر غالب رہا جسکا مین ذکر آغاز کتاب مین کر آیا ہون - آخر "میان پوت" کا لقب کیا بے سبب عطا کیا گیا تھا - اب تو ناظرین کو بھی یقین کامل ہو گیا ہو گا - اور مجھ سے اتفاق ہو گا - اور اُمید ہے کہ کسی موقعہ پر ایسے لوگون کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر انعام تقسیم کیا جائے تو "میان پوت" کا ضرور خیال رکھین گے - کیونکہ اول انعام کا مستحق ان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے - واللہ ان کا گزٹ ہو جانا ابھی سے واجب ہے - بات ہی نہین کہ اُن کے مقابلے کا کوئی نکلے - اسکا وہم و گمان بھی نہین ہو سکتا - اس میدان مین یہ اکیلے ہی ہین - آگے چلکر شاید زمانے کی اُلٹی سیدھی گردش سے کوئی ایسا پیدا ہو جائے - ابھی تو کچھ دن ایسا ہوتا نظر نہین آتا - ہاں اس کو کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ آخر وہ غریب بھی انسان ہے اس کے بھی جذبات ہین اس کو بھی رنج و راحت کا احساس ہے - اسکا دل کیا کہتا ہو گا - میری نسبت کیا کیا خیال باندھتی ہو گی مذہبی خیال سے تو درکنار مولانا عقل سے بھی اس ظلم کو سمجھ سکتے تھے - انصاف کر سکتے تھے مگر خدا جانے کیا بات مانع تھی کہ دلہن کو کالے پانی سے کم نہ سمجھتے تھے - ظاہر بات تو یہی معلوم ہوتی تھی کہ محبت کا جبر کا اور والدین کی تنگدستی اور کم حیثیتی - اور کوئی پوشیدہ بات ہو اسکا علم خدا کو ہو گا اور مولانا کو یا اُن چار آدمیون کو جو واقف ہون گے - ہم تو اس بارہ مین دم بخود ہی رہنا چاہتے ہین خیر کچھ بھی ہو مگر وہ گھر آنا کیا خبر دینا بھی بار سمجھتے تھے -

آخر جب سسرال والون نے بہت پریشان کیا اور شکایت پر شکایت ہونے لگی - اور وہ لوگ لڑنے کے لئے تیار ہوئے - فوجداری پر مستعد ہوئے

عدالت تک اس معاملہ کو پہونچانے کی دھمکی دی تو اس غریب بڈھے کے ہوش پیترے ہوئے
اور ارادہ کیا کہ ایک مرتبہ پھر چلوں - پھر دشت غربت کی خاک چھانوں شاید کہیں وہ صورت
نظر آئے - یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اول اُن میاں صاحب کی چلکر قدمبوسی کروں - اگر
پتہ ملتا ہے تو وہین سے ملیگا - حضرت راہ ہونگے تو وہی اور بات بھی یہی تھی کہ مولانا اگر
خط کسی کو لکھتے تھے تو صرف میان صاحب کو ورنہ اور کسی کو پتہ دیا کفر سمجھتے تھے وہ بھی
مقصد سے تھا - ان کی عقیدتمندی اور خدمت سے میان صاحب کی نظر عنایت انکی
طرف مبذول ہو گئی تھی - اور جب تک فرازنگر مین رہے برابر ان سے ملتے رہے یہان
سے وہان سے چلے تو شاہ صاحب سے بھی ملکر گئے لیکن پھر عرصے تک خط کتابت کی نوبت نہ
آئی - آخر مولانا جب بہت پریشان ہوئے اور لوگ یہی کا کوئی معقول سلسلہ نہ ہوا تو
چونڈھیا کر میاں صاحب کو تعویذ کے لیے لکھا - اُن بزرگ نے لکھکر بھیجدیا - اور
بفضل ایزدی مولانا اس کی برکت سے نوکر بھی ہوگئے جس سے ایک گونہ اطمینان ہو گیا
تھا - مگر اب بھی والدین کی صورت دیکھنا نہ چاہتے تھے - تیرا کے والد ماجد ایک مرتبہ
پھر بلند اقبال کی جستجو مین چلے خرچ سے معاوضہ مین راہ کی تکلیفون کا تجربہ کرتے
شاہ صاحب کے آستانہ مبارک تک پہونچ گئے خلوت مین ملے - سارا ماجرا
عرض کیا - کہ جب سے شادی کرکے آئے - آج تک گھر نہ گئے اور عرصے تو
ہم کو یہ بھی نہین معلوم کہ زندہ ہیں یا مرگئے اور اگر ہین تو کہان ہین - اگر آپ کو کچھ
معلوم ہو تو فرمائیے تاکہ کسی نہ کسی طرح مین اُن تک پہونچون اور تو سب الگ رہا بڑا
رونا یہ ہے کہ بہو میرے گھر بیٹھی ہے اور وہ ہین کہ خبر بھی نہین لیتے - اُن کے سسرال والے
میری ناک مین دم کئے ہین - مجھے اُٹھنا بیٹھنا مشکل ہے کھانا پینا حرام ہے اور سچ
یون ہے کہ وہ بھی کہانتک انتظار کرین - کہانتک صبر کرین - انکا بھی پیمانہ صبر لبریز
ہو چکا - ارے ایسا ہی تھا تو شادی ہی کیون کی تھی - وہ تو بڑی خوشی خوشی
راضی ہوا تھا - جان ہوتا اگر نافرمانی ہی دیدیتا - ہائے یہ شادی بھی خوب ہوئی
شادی خانہ بربادی اسی کو کہتے ہین - ایک چھوڑ دو مشکلون کا سامنا ہوا - اب
انکو روئین کہ اس غم کو سہین - ہماری تقدیر اور اسکے سوا کیا کہین - سنا ہو کہتے ہین
اور بہت سچ کہتے ہین کہ ناخلف اولاد چھٹی انگلی کی طرح ہو کہ اگر کاٹتے ہین تو

درد ہوتا ہے اور اگر رکھتے ہیں تو عیب ۔ مگر میاں صاحب وہ سب ہم کو گوارا ہے ۔ کاش وہ چلا آتا

یہ کہکر غریب زار زار رو دیئے اور قدموں پر گر پڑے ۔

میاں صاحب نے بہت تسلی و تشفی دی ۔ کہا اب ہمکو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے ہم کو بھی کچھ عرصہ نہ معلوم ہوا مگر ہمارا خیال تھا کہ تمکو خط لکھتا ہوگا اور اپنے گھر آتا جاتا ہوگا ۔ ہم کو یہ نہ معلوم تھا کہ تمکو خبر تک نہیں ۔ اگر فرار نہ تم نے خط بھیجے تھے تو وہ دبی ڈال دیئے گئے ہوں گے ۔ ہم کو کیونکر معلوم ہوتا ۔ وہاں اتنا کون خیال کرتا اور سچ تو یوں ہے کہ ان غریب کو بھی کیا معلوم ۔ ہاں وہ کانپور کی طرف نہر کے محکمہ میں نوکر ہے ۔ میں تم کو اس کا پتہ لکھائے دیتا ہوں دہیں سیدھے چلے جاؤ ۔ اس کی نالائقی کی بابت میں بھی اسے لکھتا ہوں ۔

یہ غریب خط لیکر روانہ ہوئے ۔ ناتجربہ کاری قدم قدم پر ٹھوکریں کھلاتی تھی نہ معلوم کتنی خرابیوں سے پہونچے ۔ سوچے اگر چلے رقیام تکیوں ہی دریافت کرکے پہونچوں گا تو کیا عجب ہے کہ وہ چھپ رہے ۔ پتہ لگا لیا پوشیدہ طور سے مکان دیکھ آئے ۔ دفتر جانیکا راستہ معلوم کر کے ۔ ایک طرف سڑک کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو رہے تاکہ آنے جانے والے کی نظر خاص طور سے انپر نہ پڑے آخر وقت آیا اور "میاں لوٹ" دنیا و مافیہا سے بیخبر تیزی کے ساتھ ساشت نکلے ان کو کیا خبر کہ ان کے پدر بزرگوار ۔ ان کے والد ماجد ۔ ان کے ابا جان آج ان کو دیکھ رہے ہیں ۔ اور کس حسرت سے ۔ باپ نے بڑھکر سامنا کیا ۔ اب نہ پوچھو کہ مولانا کی کیا حالت تھی ۔ دمخود ۔ متحیر ۔ مبہوت ۔ سلام کیا کرتے ۔ حیرت نے زبان جکڑ دی ۔ اور سلام بھی کرتے تو کس منھ سے ۔ باپ نے بھی خاموشی اختیار کی ۔ شرماتے شرماتے مولانا ہی غریب کو بولنا پڑا آپ کب تشریف لائے ۔ کہاں ٹھہرے ۔

باپ ۔ ٹھہرے کہاں ۔ ابھی چلے آتے ہیں ۔ دو چار گھنٹے ہوئے ہونگے ۔

مولانا ۔ تو مکان چلئے ۔ مگر میں نہیں سمجھا کہ آپ کو مجھے پریشان کرنے سے کیا فائدہ ۔ ایک تو آنا ہی فضول سہ دوسرے اگر آئے تھے تو حیثیت کے ساتھ آتے ۔ کچھ تو ظاہری پوشاک سے اپنی اس دقیانوسی حالت پر پردہ ڈالتے ۔ میری تحقیر اور تذلیل

سراسر مقصود ہے - آپ باپ کیا ہین جان کے دشمن ہین جنجال ہین -

باپ - خیر بیٹا مین جو کچھ ہون وہ غنیمت ہون - اب بدل نہین سکتا - کچھ دن مرنیکے ہین - رہی میری وضع سو تم نے کونسی روکر دیکھدی تھی - کہ مین اپنی حیثیت درست کرتا - ڈیڑھ دو برس کے بعد آج دیدار نصیب ہوا ہے - مین کچھ تم سے مانگنے نہین آیا - بس اتنا کہنے کو آیا ہون کہ تم ایک گھنٹہ کے واسطے چلکر اپنی بی بی کو لے آؤ - اور اگر نہ منظور ہو تو چلکا نکاح کو القط کرو - فارغ خطی دیدو - طلاق دیدو - تاکہ مجھے گھر مین اطمینان سے بیٹھنے کو تو ملے - تمھاری سسرال والے ناک مین دم کیئے ہین - تم پر نالش ہوگی - ہان یہ بھی کوئی بات ہے کہ جس دن سے تم نے شادی کی آجتک ملنہ نہ دکھایا - اگر ایسا ہی تھا تو لی کیون تھی -

مولانا - اسوقت مکان چلئے - دفتر سے واپس آکر آپ سے فرصت مین باتین کرونگا - اُن غریب کو مکان پر بھیجکر آپ دفتر پہونچے - دن بھر کام کیا - شام کو واپس آئے - کھانا کھا کر جب رات کو فرصت مین بیٹھے تو باپ غریب نے پھر وہی بات چھیڑی - مولانا نے کہا ابھی آپ آئے ہین - دو ایک روز رہیئے - مین کوشش کرونگا - اگر رخصت مل گئی تو ضرور چلونگا - وہ وقت بھی گذر گیا - اب تو غریب بہت گھبرائے بولے اگر چلنا ہو تو چلو ورنہ کوئی زبردستی نہین - مین واپس جاؤن - یہان کبتک پڑا رہونگا - تمھاری سسرال والون کا جو جی چاہیگا کرینگے - مولانا نے وعدہ کیا کہ جلد ہی رخصت لیکر آؤنگا - فی الحال کئی آدمی گئے ہوئے ہین - مجبوری ہے - آخر وہ غریب ناکام و نامراد واپس آئے - سمدھیانے والون کو کچھ کہہ سنکر سمجھا لیا کہ اب رخصت مل جانے پر فوراً آئے گا - پھر دن گذرنے لگے - مہینہ ہوا دو مہینے ہوئے - چار ہوئے - چھ ہوئے - پھر اضطراب ہوا پھر خلجان شروع ہوا - اب کی تو مولانا کی سسرال والے بہت برہم ہوئے غریب باپ پھر مجبور ہوکر روانہ ہوا - پہونچا - مولانا کہین دورے پر تھے کئی روز غریب پڑے رہے - آدمی بھیجکر اطلاع دی مگر مولانا جان بوجھکر نہ آئے - جب مجبور ہوگئے واپس آئے - یہان کہہ دیا کہ دورے پر سے کوئی ڈیڑھ دو مہینہ مین واپس ہونگے مجھے معلوم نہ تھا - مین کہان مارا مارا پھرتا - واپسی مین پھر جاؤنگا - کچھ روز توقف کرکے پھر روانہ ہوئے - پہونچے - لپنے بلند اقبال سے ملے مگر وہ نہ آنا تھا نہ آئے پھر ناکام واپس آئے - اب کی مولانا کی سسرال والون سے کہدیا کہ بھائی جو جی

چاہے سو کرو۔ یہ تو تمنے دیکھ ہی لیا کہ میری کوئی خطا نہیں۔ حتی الوسع کوشش بھی کی یہ کیا معلوم تھا کہ لڑکا یک بیک ایسا نالائق ہو جائیگا۔ تمھارا بھی دیکھا بھالا تھا۔ کوئی غیر جگہ کا نہ تھا۔ ورنہ تم کیون کرنے لگے تھے۔ اب جو تدبیر تمھاری سمجھ مین آئے۔ اسپر عمل کرو۔ آخر اُن کے خسر نے کہ ہمت بار چکے تھے۔ ضعیفی کا عالم نہ جانے کتنی تکلیفون سے بھیجے مگر ملا صاحب ایسے روپوش ہوئے خبر پاکر ایسے کترائے۔ کہ وہ بھی مجبور ہو کر واپس آئے کچھ دن پھر گذر گئے مگر جناب کی سے ایک نوجوان جسکی حرارت بہت ترقی کر گئی تھی۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر چلا یعنی مولانا کے سالے صاحب غریب روانہ ہوئے۔ بڑے زور دون پر گئے اور واپس بھی بڑے زور دون پر آئے کیونکہ میان پوت اُن کے بھی ہاتھ نہ آئے تھوڑے دنون کے بعد غریب پھر چلے کیونکہ نوجوانی کی ہمت نے استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ اور اب کی تو پوشیدہ۔ بہروپیون جیسا بھیس بنائے شکاری کتے کی طرح کھوج لگائے عین اسوقت پہونچے جب میان پوت غریب اس آفت ناگہانی سے بے خبر احباب با مذاق مین بیٹھے خوش گپیون مین مشغول تھے۔ رات کا وقت تھا۔ سالے صاحب نے نزدیک ہو کر سلام کیا۔ اول تو مولانا پہچان نہ سکے۔ ذرا سا تامل کرنا تھا کہ انکے چہرے کا رنگ فق ہوا۔ اب کیا کرین۔ مجبور نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ سالے صاحب کیا ہو گئے چھاتی کی سل ہو گئے۔ کچھ احباب کے سامنے باتین ہوئین اور خلوت مین تو مولانا کو اس تیز دم سالے نے ایسی ایسی بے نقط سنائین کہ غریب کو جواب تک نہ سوجھا سکا۔ خیریت اسی مین ہے کہ چلکر سواریان لے آئیے صبح ہوئی۔ مولانا نے لمبی روز کی رخصت لی۔ ساتھ چلے گھر آئے۔ وطن پہونچے تو تمام بستی مین شہرہ ہو گیا کہ میان پوت آ گئے۔ مگر یہ غریب کہین نکلے نہین۔ گھر ہی مین پڑے رہے گو کہ ایک عالم زیارت کا مشتاق تھا۔ دو چار روز رہ کر چلے گئے۔ اور وعدہ کیا کہ جلد ہی مکان کا انتظام کر کے سواریان منگا لونگا۔ گئے تو پھر گئے۔ کئی مہینے گذر گئے۔ مگر سواریان ہی منگاتے ہین جب لکھتے ہین تب یہی کہ پندرہ روز اور ٹھہر جاؤ۔ آخر ایک روز مجبور ہو کر سالے صاحب پھر روانہ ہوئے۔ اب کی بہن کو بھی ساتھ لے گئے۔ اور ہو چکر اُنکی ٹھوڑی پر ٹپک دیا کہا اب تم جانو تمھارا کام

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔۔۔ تو دانی حساب کم و بیش را

آخر مولانا کو کچھ کرتے دھرتے نہ بنا۔ وہ اکیلے گھر میں انتظام کر کے اُتارا مجبور ہو گئے
اب کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ خانگی جھگڑے دن میں پڑے۔ مگر خوشی سے نہیں اسی مجبوری
سے جسکا ذکر میں شروع باب میں کر آیا ہوں۔ مرتا نہ تو کیا کرتا۔ اسی کو کہتے ہیں ایک
عورت گھر میں رہنے کو ایک لڑکا سودا سلف لانے کو نوکر رکھا۔ تیس روپیہ کی تنخواہ
ہو چکی تھی۔ بسر اوقات عمدگی سے ہوتی تھی۔ یوں ہی کئی مہینہ گذر گئے حسن اتفاق سے کہئیے
متفقہ کوششوں کا نتیجہ کہئیے کہ مناسب وقت پر مولانا کے گھر شادی ہوئی یعنی ایک علید لڑکا
تولد ہوا۔ مگر افسوس مولانا غریب گھر پر بھی نہ تھے ضرورت سے باہر گئے ہوئے تھے کئی
روز واپسی کی بھی اُمید نہ تھی۔ پڑوس کی منشیائن اور کئی محلے کی عورتوں نے زچہ کی تمام خبرگیری
کی۔ مولانا کو اطلاع ہوئی تیسرے روز پہونچے۔ مگر اُس ننھی جان کو زیادہ ہوا اس دنیا
کی کھانا نہ تھی۔ صرف سات آٹھ روز زندہ رہا۔ اللہ کی مرضی سے کیا چارہ۔ یوں ہی
اسکا حکم تھا۔ یہ کہنا کہ مولانا کو اس سانحہ جانکاہ سے افسوس نہ ہوا محبت پدری سے
انکار کرنا ہے مولانا مغموم ہوئے اور کیسے جیسے ایک باپ کو ہونا چاہیئے۔ مولانا رنجیدہ
ہوئے اور کیسے جیسے ایک مرے ہوئے لڑکے کے والد کو لازم ہے۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لڑکا
زندہ رہا یا مر گیا مگر مولانا ایک لڑکے کے باپ تو ہو گئے۔ بچے کی ماں کے صدمہ کا کیا پوچھنا
اُسکے کلیجے کے ٹکڑے ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد وہ غریب تپ لرزہ میں مبتلا ہوئی مہینوں
پریشان رہی۔ ٹوٹکے دعا دوا سب کچھ ہوا کوئی فائدہ نہیں جب بھائی کو بہن کی علالت
کی خبر پہونچی۔ غریب دوڑ کر پھر گیا لے آیا۔ اب وہ ہوا کے تبادلے سے افاقہ کی
صورت معلوم ہوئی۔ علاج کیا صحت ہوئی۔ بڑی ہی کوششوں سے مولانا بھی آئے
پھر بیوی کو لے گئے۔ جب سے آپ بھی جب تب آیا کیئے۔ مگر کسی سے ملنے جلنے سے
غرض نہ تھی۔ گویا تمام شہر میں کوئی اُنکا شناسا ہی نہ تھا۔ گھر میں جب سے آتے
پڑے رہتے۔ جب گئے سُن لیا کہ چلے گئے۔ آخر ہمکو کون ایسی ضرورت کہ وہ لینے
آنے کی اطلاع بھی نہ دیں۔ اور ہم ہیں کہ موجود۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ زبردستی
کی ملاقات۔ خواہ مخواہ دھنسے پڑتے ہیں ؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سبک سر بنکے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

طبیعت کچھ دنوں تک رو بہ اصلاح رہی۔ جنون کا دورہ بھی نہ ہوا۔ ایک قسم کا سکون تھا مگر میں اس کو عارضی ہی سمجھتا تھا۔ گو کہ مولانا اپنے منھ سے بہت کچھ کہتے سچے وعدے کرتے قسمیں کھاتے مگر مجھے یہ خیال رہ رہ کے ستاتا کہ کہیں یہ اس بلی کی طرح ابھی رنگ لائیں جس کی گردن میں ایک ہانڈی کا گلا رہ گیا تھا۔ آپ کہیں گے یہ کیسے بینئے وجہ یہ ہوئی کہ ایک دودھ کے برتن میں منھ ڈالا۔ برتن کا منھ تنگ ہونے کی وجہ سے سر اُسی میں رہ گیا۔ ڈالنے کو تو جوں توں اُسنے ڈالدیا مگر باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ گھبرا کے اُس نے ادھر ادھر سر جو پٹکا۔ تو برتن تو ٹوٹ گیا۔ مگر گلا گلے میں ثابت رہ گیا۔ کالے کالے کالر۔ کوٹھری میں جو چوہے تھے۔ تو تمام چوہے دم دبا کر بھاگے۔ بلی نے اُن سے مخاطب ہو کر بہ اطمینان تمام حسب ذیل مکالمہ کیا۔

بلی۔ تم مجھ سے آخر بھاگتے ہو۔

چوہے۔ اور کیا اپنی جان تمھارے چنگل میں دیدیں۔

بلی۔ میں اب چوہے نہیں مارتی۔ شکار نہیں کرتی۔ یکقلم چھوڑ دیا۔ ناحق ڈرتے ہو۔ حج کر آئی ہوں۔

چوہے۔ آخر آپ کے اس حج کا ثبوت۔

بلی۔ بڑے نادان ہو کیا میرے گلے میں یہ تسبیح تم کو نہیں دکھائی دیتی۔

چوہے۔ مگر ہم کو تو تم سے خوف آتا ہے۔

بلی۔ اب خوف کرنا نادانی اور حماقت ہے۔

خیر دو ایک چوہوں نے جرأت کی۔ ہمت کر کے آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔ ۔ ۔ پہونچنا تھا کہ بلی نے بڑی پھرتی سے پنجہ بڑھایا۔ وہ تو کہئے خیر گذری کہ چوہے غریب بھاگ بچے۔ ورنہ لقمۂ اجل ہو گئے تھے۔ اب تو چوہوں نے غصہ میں بھر کر پوچھا کہ کیوں بی بلی یہی حج کو ہو آئی ہو۔ بلی نے کہا بھیا کیا بتاؤں حج و حج تو سب کچھ ہو آئی ہوں مگر یہ جھپٹ کمبخت نہیں جاتی۔ بس ہم کو بھی اگر ڈر تھا تو اسی بات کا کہ کہیں مولانا میں بھی ابھی جھپٹ نہ باقی ہو۔

دسوان باب

انجام

ہوسے مرکے ہم جو رسوا ہوسے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا ۔ کہیں مزار ہوتا

سچ ہے جس چیز کی ابتدا ہوئی ہے اُس کا انجام ہونا لازمی ہے ۔ قانون قدرت کا تقاضا ہی یہ ہے ۔ گلشن میں دیکھیے سیکڑوں پھول موسم بہار کے آتے ہی کھلنا شروع ہوتے ہیں اور آخر مرجھا کر خاک میں مل جاتے ہیں ۔ ہری کچور پتیاں شاخوں اور ٹہنیوں میں نکلتی ہیں اور موسم خزان کے آتے ہی زرد ہو ہو کر گر جاتی ہیں ۔ کسی کام کو شروع کیجئے ۔ ایک نہ ایک روز آپ اسکا انجام نیک یا بد ملاحظہ فرمائیں گے ۔ تمام اشیائے عالم کا ایک نہ ایک دن یہی انجام ہونا ہے کہ فنا ہو جائیں ۔ زمین و آسمان ۔ شمس و قمر ۔ ستارے کسی ثبات نہیں ۔ باقی رہنے والی صرف وہی ایک ذات وحدہ لاشریک کی ہے ۔ اور بس ۔ انسان اشرف المخلوقات کو بھی دو چار دن کی ہوا اس عالم فانی کی کھانا ہوتی ہے ۔ اگر پیدا ہوا ہے تو انجام کار اسکو ایک دن مرنا ہے اس مختصر عرصہ میں جو جی چاہے سو کر لے رحم و کرم ۔ ظلم و تعدی ۔ مہر و وفا ۔ جور و جفا ۔ فرمانبرداری و وفاداری بے رخی و بیوفائی ۔ مگر ان سب کا مواخذہ ہونا ضروری ہے ۔

آخر ہمارا جو خیال تھا سو ٹھیک نکلا مولانا کی طبیعت میں پھر انقلاب پیدا ہوا اچھٹ کی عادت نہ گئی ۔ اُٹھے اور پنجاب کی طرف پہونچے مگر اس مرتبہ اکیلے نہیں اہل و عیال کو بھی لیگئے بیوی اور ایک چار پانچ برس کا بچہ ساتھ تھا ۔ اور یہ صرف اسوجہ سے کہ لڑکے سے بہت مانوس ہو گئے تھے ۔ ورنہ اُنکے یہاں دم جھیلا اگما تا باپ نے کئی خط بھیجے مگر جواب نہ آیا آپ سمجھے بلند اقبال کہیں پھر چل دیئے ۔ مولانا کی ماں بہت بیمار تھیں ۔ اس ضعیفہ کو کس پر چھوڑتے جو تلاش میں جاتے ۔ صبر و شکر کرکے بیٹھ رہے ۔ ماں غریب کی بھی رٹ لگی تھی کہ اس کو بلا بھیجو میں اپنے لال کو ایک نظر مرتے دم دیکھ لوں ۔ وہ میری یہ حالت یہ سنکر ضرور دوڑا آئیگا

چھدروز اب غریب بہلا مارا کرتا آیا ہے۔ آ۔ ہی جاتے ہیں۔ آج آئے کل آئے۔ وہ غریب رات دن راستہ دیکھتی۔ کسی کے پاؤں کی آہٹ سنی اور کہا اُٹھی "میرا سعید آگیا" صبح و شام یوں ہی گزرتے رہے۔ آخر کہاں تک بہلایا جاتا۔ ایک روز اس غمزدہ سے کہہ دیا گیا۔ کہ سعید کا پتہ نہیں کہ کہاں ہے۔ وہ معلوم کہاں چلد یئے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر نے مریضہ کے ساتھ تیر کا کام کیا۔ خرمن امید پر بجلی گر پڑی۔ آخری تمنا پر بھی پانی پھر گیا۔ کلیجے کے ٹکڑے ہو گئے۔ جسم کو تھوڑی سی جنبش ہوئی۔ ایک ہچکی آئی۔ اور روح جو عرصہ سے آزادی کی خواہش میں بیقرار تھی قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شریک بزم غم کوئی جان بلب کوئی
کہیں ساغر چھلکتا ہے کہیں لبریز پیمانہ
فضا

اس سانحہ سے مولانا کے والد کے حواس ٹھکانے نہ رہے۔ پے در پے صدموں سے دیوانے سے ہو گئے۔ تجہیز و تکفین کا انتظام اہل محلہ نے کیا۔ ان کی خبر گیری کرنے لگے۔ کچھ روز یوں ہی کٹے۔ ایک روز رات کو کسی طرف چل دیئے۔ کچھ روز ادھر ادھر گھومتے رہے۔ پھر ایک گاؤں میں پہنچے۔ گاؤں کے باہر دریا تھا۔ اس کے کنارے جا کر بیٹھ رہے۔ گھاٹ پر سیکڑوں آدمیوں کا مجمع تھا۔ کئی کشتیاں چل رہی تھیں۔ کہیں تو میلا جا رہا تھا رات پڑتے یکایک سیلاب آگیا۔ تمام لوگ پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگے یہ جہاں چار پانچ گھنٹے سے بیٹھے تھے بیٹھے رہے۔ لوگوں نے آواز دی۔ چھچھوڑا تو کھڑا ہو کر بولے۔ تم لوگ مجھے دھوکہ دیتے ہو سیلاب کہاں۔ مجھے نہیں دکھائی پڑتا۔ ہاں اگر سیل ہو گا بھی تو میرے آنسوؤں کا۔ تو مجھے سیل اشک میں ڈوب جانے سے کیا انکار برسوں اسی حسرت میں رویا ہوں۔ آج عمر کی کشتی ڈوب جائے تو اچھا ہے وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ لوگ روکتے ہوئے پانی کود میں کر بھاگے۔ اور چند لمحہ کے بعد وہ غمزدہ دیوانہ لہروں کے آغوش میں تھا۔

مولانا کو والدین کی حسرتناک وفات کا حال کسی نہ کسی ذریعہ سے پہونچا۔ بہت تڑپے مگر اب کیا جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب بھول کر بھی وطن کا خیال نہ آتا۔ خواب میں بھی اس سرزمین پر نہ جاتے اور جاتے کیا۔ ایک رشتہ تھا وہ بھی نہ رہا۔ مگر کبھی کبھی اب

والدین کی اس بیکسی کی موت کا خیال تڑپانے لگا۔ مرنے کے بعد ان کی قدر معلوم ہوئی۔ خیر بسر اوقات ہوتی رہی۔ بیوی کی بیماری کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جہاں تک ہو سکا علاج معالجہ میں کوشش کی۔ مگر مرض کم ہوتا نہ معلوم ہوا بخار نے تپ کہنہ کی شکل اختیار کی اکیلے تیمار دار۔ گھر بیٹھے رہنے سے نہ باہر جاتے بنے۔ بچہ کو سنبھالیں یا مریضہ کی خبر گیری کریں۔ آخر طبیعت زیادہ خراب ہوئی۔ ایک روز شام ہی سے جانکنی کی حالت پیدا ہوئی۔ مولانا غریب جس مصیبت میں گرفتار تھے۔ خدا ہی جانتا ہے۔ ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ بستر مرگ پر پڑا۔ غریب نے بالین پر بیٹھے بیٹھے بارہ بجا دیئے اور نہ معلوم کتنی راتیں یوں ہی گذری تھیں۔ ملازمہ گہری نیند میں پڑی تھی۔ کبھی کبھی آواز دیے پر اُٹھکر دوا پلانے اور مریضہ کو سنبھالنے میں مدد دیتی اور پھر سو رہتی۔ ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر کہ اس دنیا سے رخصت ہونے والی نے سنبھالا لیا۔ وہ آنکھیں جن سے آخری نور بھی کافور ہونے والا تھا کھول دیں آنسو کے چند قطرے بہ نکلے اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا "میں اپنے بچے کو خدا کو اور تم کو سونپتی ہوں،، زبان نے اتنی اور یارائی کی کہ جوں توں کلمۂ شہادت ادا کیا۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے زبان میں قفل خموشی پڑ گیا۔

مولانا غریب کو سکتہ سا ہو گیا۔ نہ روتے بنتا تھا نہ ہنستے۔ لاش کو لیے تمام رات بیٹھے رہے۔ پچھلے پہر لڑکا "اماں" "اماں" کہتا ہوا جاگ اُٹھا۔ اور آخر اس بیکس بچس کو دیکھکر بلکنے لگا۔ باپ نے گود میں لے لیا بہت کچھ سمجھایا مگر بے سود۔ صبح ہوئی جلد سے جلد انتظام کر کے اس مرحومہ کی لاش دشت غربت کی خاک میں چھپا دی گئی غریب کی مٹی دہین کی تھی مرتے دم اپنے ماں باپ بھائی بہن کو بھی ایک نظر نہ دیکھ سکی مولانا کو اب بڑی مصیبت کا سامنا ہوا۔ نوکری کرنے جائیں تو بچہ کو کیونکر اور کس پر چھوڑیں۔ کبھی ساتھ لے جاتے کبھی خادمہ کے سپرد کر جاتے۔ کچھ دن یوں ہی گذرے کبھی کبھی ضرورتاً باہر جانا پڑتا۔ کبھی کئی روز واپسی نہ ہوتی۔ سال بھر کے بعد مولانا کسی کام سے باہر گئے۔ کئی روز لگے۔ راستہ میں دریا تھا۔ واپسی میں کشتی پر سوار ہو چکے تھے۔ ناؤ بیچ منجدھار میں پہونچ چکی تھی کہ تند و تیز ہوا چلنے لگی۔ کشتی بھنور میں پڑ گئی۔ چکر کھانے لگی۔ تمام آدمیوں میں شور واویلا مچا۔ ملاحوں نے بہت کوشش کی۔ مگر بے سود۔ آخر کشتی

بیٹھ گئی۔ تمام زن و مرد غرق ہو گئے۔ مگر مولانا کو ابھی چند لمحے دنیا کی ہوا اور کھانی تھی۔ ڈوبتے میں ایک تختہ پر آ رہے اور حکم خدا بہ نکلے۔ اُف اُس وقت کا منظر بھولنے والا نہیں بہتے چلے جاتے تھے۔ امید و بیم۔ خوف و رجا کا عالم تھا۔ اپنے ننھے بچے وحید کی یاد مرنے کی روح فرسا تکلیف کو اور بھی ناقابل برداشت بنا رہی تھی "وہ کیونکر جیئے گا۔ اُسکی پرورش کون کریگا۔ عزیزوں میں کوئی عزیز بھی نہیں۔ خیر اللہ حافظ اور نگہبان ہے مگر ہائے مجھے اسکا آخری دیدار بھی نصیب نہ ہوا۔" اس خیال کے آتے ہی یکایک اپنے ماں باپ کا خیال آ گیا۔ خیال کا آنا تھا کہ اُنکی تصویریں سامنے تھیں۔ ہاں ہاں وہ پھر قبر سے اُٹھ کر آ گئے تھے۔ اور صاف صاف کہہ رہے تھے "بیٹا اسی حسرت نے ہمکو مار ڈالا۔ آج تم کو اس کی قدر معلوم ہوئی۔" بیوی بھی ایک طرف اپنی مظلومی اور بیکسی کی۔ اپنے کڑھ کڑھ کر مر جانے کی داستان کہتی ہوئی نظر آئی۔ رحم خدایا رحم۔ آخر پھر بچے کی بھولی صورت پیش نظر ہوئی۔ اُسکا سامنے آنا تھا کہ تختے کو تند لہروں نے ایک ایسا تھپیڑا دیا کہ محو بیخودی۔ مرغ حیرت سفید موجوں کی آغوش میں جا پڑا اور تختہ اس بار عصیاں کو چھوڑ کر جلدی سے آگے بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ اور آن کی آن میں نظروں سے غائب ہو گیا۔ ادھر اس غریب معصوم بچے کی داستان سنئے۔ باپ کے مرنے کی خبر سنی تڑپ گیا بیہوش ہو گیا۔ داغ یتیمی رنگ لایا۔ زخم جگر آلے ہوئے۔ بیکسی اور لاوارثی نے سلسلہ تعلیم منقطع کر دیا۔ اہل کرم کی امداد کچھ دن شریک حال رہی آخر مجبوری اور بیماری نے یتیم خانہ تک پہنچایا۔ دل پر ایسی چوٹ لگی تھی کہ سنبھلنا ناممکن ہو گیا۔ غم و رنج اندر ہی اندر کام تمام کرنے لگے۔ دل کی کلی نہ کھلنا تھی نہ کھلی۔ یونہی گھل گھل کر ایک دن بے یار و مددگار اسی غربت کی خاک پر تڑپ تڑپ کر جان دی ؎

کسی غربت زدہ کی موت کتنی حسرت آگیں ہے
سرہانے بیکسی ہے کوئی ایسا ہے نہ بیگانہ
فضا

تمام شد

میلاد نامہ جدید

مولوی عبدالرزاق صاحب ندوی نے جدید انداز اور نئی روشنی میں میلاد نامہ مرتب کیا ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر ہزارہا کتابیں لکھی جاچکی ہیں لیکن یہ کتاب اپنے رنگ میں مخصوص ہے اسمیں صرف خوش اعتقادی کی دل خوش کن باتیں نہیں ہیں بلکہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم کی ذات والاصفات سراپا رحمت تھی۔ آپکے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ نے دنیا کو کیا کیا سبق دیئے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے اور سننے سے دل پر عجیب اثر پڑتا ہے۔ آپکے حیرت انگیز کارناموں کا دلچسپ تذکرہ دلوں میں ولولہ پیدا کرنے کیلئے کافی ہے۔ اس کتاب کو غیر مسلم بھی پڑھ کر مستفید ہوسکتے ہیں۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ خوارق عادات سے قطع نظر کرکے آپ کے حالات کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا جائے جس سے عوام پورے طور پر فائدہ اُٹھا سکیں اور محفل میلاد کے انعقاد کا اصل مقصد حاصل ہو اور لوگ آپکے نقش قدم پر چلکر سعادت دارین حاصل کریں قیمت رعایتی ۶؍

احرار اسلام
الحریت فی الاسلام

جسمیں نظام حکومت اسلامیہ اور جمہوریہ اسلامیہ کو روشنی میں لایا گیا ہے جمہوریہ اسلامیہ کا جمہوریہ فرانس سے مقابلہ کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ اخوت اور مساوات کا جو نمونہ اسلام نے پیش کیا تھا یورپ باوجود اس تہذیب اور شائستگی کے اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے خلفا اور اُنکے حق انتخاب پر بھی بحث ہے اور شوریٰ اور انتخاب کے مسئلہ میں خلفاء کا طرز عمل دکھایا گیا ہے ضمناً انقلاب فرانس کا بھی ذکر آگیا ہے۔ جو بذات خود ایک دلچسپ تاریخی مضمون ہے جس سے اہالیان یورپ کے ہتکنڈون اور اُنکے ادعاء مساوات کی قلعی کھل جاتی ہے قیمت ۵؍

مہدی سوڈانی

مجاہد فی سبیل اللہ مہدی سوڈانی کے بابرکت حالات زندگی جسکی بدولت عرصہ تک انگریز سوڈان پر قابض نہ ہوسکے شجاعت و بسالت کے وہ حیرت انگیز کارنامے اس سے ظہور میں آئے کہ متقدمین کا زمانہ یاد آگیا جس جانبازی اور سرفروشی کا ثبوت اس مقدس ہستی نے دیا اسکی نظیر کم ملتی ہے اسکے مطالعہ سے مسلمانوں میں جذبۂ قومی بجلی کی طرح سرایت کرجاتا ہے قابل دید ہے قیمت عہ

ملنے کا پتہ الاصدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

اختر النساء ایک جدید الطبع دلچسپ اصلاحی فسانہ ہی جسمین ایک جاہل بدمزاج ساس کے مظالم اور ایک نیکدل تعلیم یافتہ بہو کی بردباری اور تحمل کا نقشہ کھینچا گیا ہی آخر کار نیک نہاد بہو نے اپنے اخلاق کے زور سے ساس کے دل کو تسخیر کر لیا عورتون کیلئے اسکا مطالعہ بیحد مفید ہی اسکو پڑھکر بہت سی خانگی گتھیان سُلجھ جائینگی ساس اور بہو دونون کیلئے اس مین مطلب کی باتین ہین اپنے رنگ مین نادر اور نایاب کتاب ہی۔ کتاب کی زبان لکھنؤ اور دہلی کی ٹکسالی زبان ہی۔ زمانہ محاورات نے کتاب کو اور بھی چمکا دیا ہی۔ قیمت صرف ۴ر

جذبات اوج جناب مولانا حافظ محمد یعقوب صاحب اوج کا نام نامی ادبی دنیا مین تعارف کا محتاج نہین۔ آپنے سنہ ۱۹۱۰ء سے اسوقت مختلف اخبارات اور رسائل کو اپنے مضامین نثر و نظم سے زینت دی غزل کے میدان سے نکلکر نیچرل نظمون پر طبع آزمائی شروع کی بحمد اللہ اُسے کمال تک پہونچایا کلام زمانہ موجودہ کی اُردو شاعری کا بہترین نمونہ ہی الفاظ کی سادگی محاورات کا استعمال جدید تمثیلات اور استعارات کا کھپانا اور الفاظ کو نئی تراش خراش کیساتھ نباہنا آپ ہی کا حصہ ہے عنوانات مسجد موتی آئینہ ہستی سرزمین وطن جلوۂ صبح بہار صبح گور غریبان اسیران قفس شب غم بلبل اسیر جلوۂ روح تصور جانان پتہ دے رہے ہین کہ کس رنگ کا کلام ہوگا۔ قابل دید مجموعہ ہے اگر جلد منگوایا تو شاید پھر مل سکے ورنہ حسرت رہجائے لکھائی چھپائی اور کاغذ نفیس ۸ر

نظام حیات انسانی اخلاق اور اصول اخلاق پر بینظیر کتاب ہے بہت ہی دلنشین پیرایہ مین انسانی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی اور کامیابی کی طرف رہنمائی کیگئی اخلاق و عادات کے سنوارنے مین اکسیر ہے انداز تحریر سلیس اور عالمانہ ہی لیکن پھر بھی زبان ایسی آسان ہی کہ بچے بھی بآسانی پڑھ لین منازل حیات طے کرنیمین ایسا رہنما ساتھ ہو تو منزل کی مشکلات بہت کم ہوجائین اپنے بچون کو ضرور پڑھایئے اسکی خوبی کا اندازہ صرف اس بات سے ہوسکتا ہی کہ جناب ڈائرکٹر صاحب تعلیمات متحدہ نے اسے کتب لائبریری دار العوام کیلئے منظور فرمایا ہے۔ زمانہ سے بایاب تھی لکھائی چھپائی نفیس قیمت صرف ۸ر

ملنے کا پتہ لالہ صدیق بک ڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

بیگمات بنگال مرشد آباد بنگال کی بیگمات کا مستند تذکرہ جسمین ضمناً اسلام کے عروج و زوال کی داستان بھی ہے اور اسلامی تہذیب اور تمدن کے دھندلے نشانات بھی ہین ہر سوانح عمری عبرت اور نصیحت کی ایک کہانی ہے مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مسلمان بیگمات کی سوانحعمریان تہذیب اور اخلاق کا بہترین سبق ہین قیمت ۱۲؍

عرض محبت یہ ایٹی کیٹ آف کورٹ شپ کا ترجمہ ہے جسمین یورپ کے سب سے زیادہ متمدن قوم کی شادی کا دستور العمل بیان کیا ہے۔ وہ پسندی اور شوہر پسندی کا جو طریق آج یوروپ مین برتا جاتا ہے اسے دلچسپ اور دلکش انداز مین بیان کیا ہے اگر ہندوستانی نوجوان شادی سے قبل اس دستور العمل پر ایک نظر ڈال لین اور ہندوستانی تہذیب کے دائرہ مین رہکر اسپر عمل پیرا ہون تو فائدہ مین رہین گے ادھا حصہ شادی جو سے زیادہ وقیع نہین اس قسم کی شادی اکثر خانہ بربادی ثابت ہوتی ہے اگر زن و شوہر خود ایک دوسرے کو انتخاب کرین تو شاید بہت سی خانگی مشکلات سے نجات ہو جائے۔ اور ترجمہ مین خاص لحاظ رکھا ہے۔ ترجمہ کی جھلک بھی نہین آنے پاتی بہت ہی دلفریب کتاب ہے قیمت ۴؍

روح لیلی یہ کتاب مشہور مسٹر اولیس دمیری کوریلی کی کتاب کا ترجمہ ہے اسمین روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک شخص مسمریزم کی قوت سے ایک معصوم لڑکی کی روح کو محبوس کر لیتا ہے اور اسکے جسم کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ سے بہت سے علمی رازون کے انکشاف کا کام لیتا ہے وقتاً فوقتاً اسے زندہ کرتا ہے یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب قصہ ہے۔ یہ صرف قصہ ہی نہین ہے اسکے ذریعہ بہت سی روحانی گتھیاں سلجھائی ہین تفریح طبع کے علاوہ ناظرین کی معلومات مین بھی اضافہ ہوگا۔ زبان بہت ہی سلیس اور شستہ ہے جس قسم کی اردو مین ترجمہ کیا ہے ویسے ترجمے شاذ و نادر رہے ہین۔ شائقین ادب قصہ سے قطع نظر کرکے اگر صرف ادبی ذوق مین اسے پڑھین تو بھی نقصان مین نہ رہین گے حجم تقریباً سات سو صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ نفیس قیمت ۳؍

ملنے کا پتہ صدیق بک ڈپو۔ امین آباد پارک لکھنؤ

انسانی قربانیاں

چند اصلاحی معاشرتی مضامین کا قابل قدر گلدستہ ہے ترکی خیالات ہیں اور فرانسیسی طرز بیان۔ ایک شامی فاضل کی مشہور ترین کتاب کا قابل قدر ترجمہ ہے اس مجموعہ کا ہر مضمون سوز و گداز کا مخزن ہے الفاظ تیر و نشتر کا اثر رکھتے ہیں خیالات کی بلند پروازی ذہن پیدا کرتی ہے علاوہ ازیں علمی مذاق ہے۔ قیمت صرف ۸ر

انگریزی محاورات کی ڈکشنری

انگریزی محاورات کی اردو میں ڈکشنری جس کی تین جلدیں ہیں۔ بچوں کی سمجھ میں بہت آسانی سے آجاتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

عیار فقیر

مکار فقیروں کی چالبازیاں ظلم و ستم اور دغا و فریب کا پردہ فاش کیا گیا ہے ان بدمعاشوں کی چالوں سے محفوظ رہنے کے لئے اس کتاب کو ایک بار پڑھ جانا چاہیے ایک لڑکی کا ایک مکار فقیر کے دام میں پھنسنا اور اپنی عصمت کا بچانا درد انگیز افسانہ ہے قیمت صرف ۸ر

محاصرۂ پیرس

پیرس کا محاصرہ اہل فرانس کا اندازِ معاشرت قیصر جرمنی کی پولیٹکل چالیں۔ اتحادیوں کا جرأت مندانہ حملے حسین محبوبہ کا جذبۂ وطن پرستی اور اسکے نتائج نہایت ہی دل آویز پیرایہ میں قیمت ۸ر

مہدی سوڈانی مجاہد فی سبیل اللہ مہدی سوڈانی کے بابرکت حالات زندگی ... دولت عثمانیہ ... انگریز سوڈان پر قابض ... سالت کے وہ حیرت انگیز کارنامے اس سے ظہور میں آئے کہ ... قیمت ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ ... بک ڈپو لکھنؤ